

”وَرَتَّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً“ (المزمل: ۴)
آپ قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر (بالتجوید) پڑھا کریں۔

فوائد مکیتہ

مؤلفہ

حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب مکی رجب النبی علیہ

مع

حواشی مرضیہ

علامہ قاری ابن ضیاء محبت الدین احمد

مکتبہ الرشیدی

کراچی - پاکستان

وَرَتَّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا. (المزمل: ٤)
”اور آپ قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر (باجوید) پڑھا کریں۔“

فوائدِ مکیہ

مؤلفہ

حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب مکی رحمة اللہ علیہ

مع

حواشی مرضیہ

علامہ قاری ابن ضیاء محبت الدین احمد



مکتبۃ البشاری

کراچی - پاکستان

کتاب کا نام : **فوائد مکتبہ**
 مؤلف : **حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب مکی الشیبلیہ**
 تعداد طباعت : **۳۳۰۰**
 تعداد صفحات : **۶۴**
 سن اشاعت : **۱۴۲۸ھ / ۲۰۰۷ء**
 قیمت برائے قارئین : **۳۰/- روپے**
 ناشر : **مکتبہ اللبیبین**

چودھری محمد علی رفاہی وقف (رجسٹرڈ)
Z-3، اوور سیز بنگلوں، گلستان جوہر، کراچی۔ پاکستان
 فون نمبر : **++92-21-4023113**
 فیکس نمبر : **++92-21-4620864**
 ای میل : **al-bushra@cyber.net.pk**
 ویب سائٹ : **www.ibnabbasaisha.com**
 ملنے کا پتہ : **مکتبہ علمية، بنوری ٹاؤن، کراچی۔ پاکستان**
++92-21-4918946, ++92-333-3213290,
++92-321-2242415
مکتبہ الحرم، اُردو بازار، لاہور۔ پاکستان
++92-321-4399313

اور تمام مشہور کتب خانوں میں دستیاب ہے۔

فہرست کتاب

| صفحہ | مضمون | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۵ | مختصر تعارف | ۱ |
| ۷ | مقدمۃ الکتاب | ۲ |
| | باب اول: | |
| ۱۰ | فصل اول: استعاذہ اور بسملہ کے بیان میں | ۳ |
| ۱۵ | فصل ثانی: مخارج کے بیان میں | ۴ |
| ۱۹ | فصل ثالث: صفات کے بیان میں | ۵ |
| ۲۲ | فصل رابع: ہر حرف کی صفات لازمہ کے بیان میں | ۶ |
| ۲۳ | فصل خامس: صفات ممیزہ کے بیان میں | ۷ |
| | باب دوم: | |
| ۲۷ | فصل اول: تفعیم اور ترقیق کے بیان میں | ۸ |
| ۲۹ | فصل ثانی: نون ساکن اور تنوین کے بیان میں | ۹ |
| ۳۰ | فصل ثالث: میم ساکن کے بیان میں | ۱۰ |
| ۳۱ | فصل رابع: حرف غنۃ کے بیان میں | ۱۱ |
| ۳۲ | فصل خامس: ہائے ضمیر کے بیان میں | ۱۲ |
| ۳۲ | فصل سادس: ادغام کے بیان میں | ۱۳ |
| ۳۵ | فصل سابع: ہمزہ کے بیان میں | ۱۴ |
| ۳۷ | فصل ثامن: حرکات کی ادا کے بیان میں | ۱۵ |

| صفحہ | مضمون | نمبر شمار |
|------|-------------------------------|-----------|
| | باب سوم: | |
| ۳۹ | اجتماع ساکنین کے بیان میں | ۱۶ |
| ۴۱ | مد کے بیان میں | ۱۷ |
| ۴۲ | مقدار اور اوجہ مد کے بیان میں | ۱۸ |
| ۴۹ | وقف کے احکام میں | ۱۹ |
| | خاتمہ: | |
| ۵۳ | فصل اول | ۲۰ |
| ۵۷ | فصل ثانی | ۲۱ |
| ۵۹ | قرآن مجید پڑھنے کے آداب | |

مختصر تعارف

قاری عبدالرحمن مکی رحمة اللہ علیہ

عجمی لوگ اور خصوصاً برصغیر پاک و ہند کے لوگوں کے لیے قرآن کریم تجوید اور قرأت کے ساتھ پڑھنا ایک مشکل کام ہے، بفضلہ تعالیٰ علماء کرام فن قرأت کے ماہرین نے اس فن میں اتنی محنت کی کہ یہاں کے لوگوں لیے قرآن کریم پڑھنا ایسا آسان ہو گیا، جیسا کہ اہل عرب پڑھتے ہیں۔ اسی میدان میں شہرت رکھنے والے مولانا قاری عبدالرحمن فرخ آبادی بھی اُن مایہ ناز قراء حضرات میں سے ہیں، جنہوں نے ہندوستان میں اس علم کی آب یاری کی، لہذا ضرورت محسوس ہوئی کہ آپ کا مختصر تعارف قارئین کرام کے سامنے آجائے:

نام اور جائے پیدائش: عبدالرحمن، والد محمد بشیر خان جو کہ شیخ الشیوخ، محقق وقت اور امام فن تھے۔ آبائی وطن قائم گنج ہے جو کہ ضلع فرخ آباد کا ایک قصبہ ہے۔

تعلیم و فراغت: آپ نے اپنے والد صاحب اور بڑے بھائی قاری عبداللہ صاحب کے ساتھ مکہ مکرمہ ہجرت کی، وہاں پر بھائی سے علم تجوید و قرأت کی تکمیل کر کے ہندوستان آئے، اور کان پور میں مولانا احمد حسین صاحب کے مدرسہ میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔

درس و تدریس: اسی مدرسہ میں کئی سال تک قرأت کے مدرس رہے۔ پھر آپ کو شیخ عبداللہ رئیس الہ آباد مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد لے آئے۔ جہاں پر آپ سال ہا سال تک

درس و تدریس فرماتے رہے۔ جس سے یہ مدرسہ طویل عرصہ تک علم قرأت کا مرکز رہا۔ مشہور تلامذہ: آپ کے کثیر تعداد میں شاگرد ہوئے۔ ان میں مشہور مولانا قاری ضیاء الدین احمد صاحب اور مولانا قاری عبدالوحید صاحب ہیں۔

وفات: کچھ رنجش کی وجہ سے مولانا عین القضاة رحمۃ اللہ علیہ کے بلانے پر آپ الہ آباد سے مدرسہ عالیہ فرقانیہ (لکھنؤ) تشریف لائے، دو سال کے قیام کے بعد ایک ہفتہ علیل رہے اور ۱۳۴۹ھ کو رحلت فرما گئے۔

تصانیف: آپ کے تصانیف میں سے ایک ”فوائد مکیہ“ اور دوسری ”افضل الدرر“ (جو علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدہ رائیہ کی نہایت محققانہ شرح ہے) مشہور ہوئیں۔ حواشی فوائد مکیہ: ”تعلیقات مالکیہ“ از مولانا قاری عبدالمالک صاحب علی گڑھی، ”حواشی مرضیہ“ از مولانا قاری حافظ محبت الدین احمد بن قاری ضیاء الدین احمد الہ آبادی۔

مکتبۃ البشری

۸ شوال ۱۳۲۸ھ

مقدمۃ الكتاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ

الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ

وَاَصْحَابِهِ وَاَزْوَاجِهِ وَذُرِّیَّاتِهِ اَجْمَعِیْنَ.

جاننا چاہیے کہ قرآن مجید کو قواعد تجوید سے پڑھنا نہایت ہی ضروری ہے۔ اگر تجوید سے قرآن مجید نہ پڑھا گیا تو پڑھنے والا خطا وار کہلائے گا، پھر اگر ایسی غلطی ہوئی کہ ایک حرف دوسرے حرف سے بدل گیا یا کوئی حرف گھٹا بڑھا دیا گیا یا حرکات میں غلطی کی یا ساکن کو متحرک یا متحرک کو ساکن کر دیا تو پڑھنے والا گناہ گار ہوگا، اور اگر ایسی غلطی ہوئی جس سے لفظ کا ہر

۱۔ وہ مضامین ضروریہ جو کتاب کے متعلقات سے ہوں اور بصیرت و آسانی کے لیے مقصود سے پہلے بیان کیے جائیں، ان کو ”مقدمۃ الكتاب“ کہتے ہیں، اور یہ مقدمہ عام اور شامل ہے خاص مقدمۃ العلم کو بھی جس میں علم کی

تعریف، موضوع، غایت بیان کی جائے۔ احقر ابن ضیاء محبت الدین احمد غنی عنہ

۲۔ سب سے پہلے تجوید کا حکم بیان فرمایا چنانچہ علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ع

وَالْاَخْذُ بِالتَّجْوِیْدِ حَتْمٌ لَّازِمٌ

یعنی تجوید کا حاصل کرنا نہایت ضروری ہے جو بمعنی واجب ہے۔

كما قال الله تعالى: وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیْلًا. (سورۃ مزمل: ۴)

۳۔ تجوید کا حکم بیان کرنے کے بعد اس کی وعید بیان فرمائی جیسا کہ علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ع

مَنْ لَمْ یُجَوِّدِ الْقُرْآنَ اَتَمَّ

یعنی جو شخص قرآن مجید کو تجوید سے نہ پڑھے وہ گناہ گار ہے۔

حرف مع حرکت اور سکون کے ثابت رہے صرف بعض صفات جو تحسینِ حرف سے تعلق رکھتے ہیں، اور غیر ممیزہ ہیں۔ یہ اگر ادا نہ ہوں تو خوف عقاب اور تہدید کا ہے، پہلی قسم کی غلطیوں کو ”لحنِ جلی“ اور دوسری قسم کی غلطیوں کو ”لحنِ خفی“ کہتے ہیں۔

تجوید کے معنی ہر حرف کو اپنے مخرج سے مع جمیع صفات کے ادا کرنا۔ اس کا موضوع

اس سے مراد ”صفات لازمہ غیر ممیزہ“ ہیں، مثل: (غ، خ) کی صفت استعلاء کے یا (ط، ظ) کی صفت اطباق وغیرہ کے، جیسا کہ عطف تفسیری کے ساتھ خود بیان فرمایا کہ ”اور غیر ممیزہ ہیں“ باقی صفت عارضہ کی قسم غیر ممیزہ کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گزری۔ واللہ اعلم بالصواب!

یعنی جبکہ وضع کلمہ مہمل ہو جائے یا وضع کلمہ میں فرق ہو جائے، چاہے معنی بدلیں یا نہ بدلیں، اس قسم کی صریح اور ظاہر غلطیاں ہیں، اس وجہ سے ان کو ”لحنِ جلی“ کہتے ہیں۔

یعنی صفات غیر ممیزہ یا صفات عارضہ نہ ادا ہوں، اس قسم کی غلطیوں کو بوجہ عدم واقفیت غیر مجوز نہیں سمجھ سکتے، اس وجہ سے ان کو ”لحنِ خفی“ کہتے ہیں، لیکن لحنِ خفی کو چھوٹی اور خفیف غلطی سمجھ کر اس کی طرف سے لاپرواہی کرنا بڑی غلطی ہے۔

تجوید ایسے علم کا نام ہے جس کی رعایت سے قرآن شریف موافق نزول کے پڑھا جاسکے، کیونکہ قرآن مجید تجوید ہی کے ساتھ نازل ہوا ہے، جیسا کہ علامہ جزری بتسبیح فرماتے ہیں۔

لَا نُنْهَىٰ بِهِ الْإِلَٰهَ أَنْزَلَا وَهَكَذَا مِنْهُ إِلَيْنَا وَصَلَا

پس قرآن مجید کو بلا رعایت تجوید پڑھنا ایک قسم کی تحریف ہے جو جائز نہیں۔

۵۔ جس جگہ سے صحیح حرف نکلتا ہے اس کو ”مخرج“ کہتے ہیں۔

۱۔ جس جس انداز سے حرف صحیح نکلتا ہے اس کو ”صفت“ کہتے ہیں، اور صفات جمع صفت کی ہے، جمع کے ساتھ اس لیے بیان کیا کہ ایک ایک حرف میں کئی کئی صفتیں پائی جاتی ہیں، مثلاً: را میں جہر، توسط، استعلاء، انفتاح، تکریر، پانچ صفات پائی گئیں۔ جیسا کہ صفات کے بیان اور نقشہ سے معلوم ہوگا۔

۲۔ جس کے حالات کسی علم میں بیان کیے جائیں وہ اس علم کا ”موضوع“ ہوگا، مثلاً: علم تجوید میں حرف کے مخارج اور صفات سے بحث کی جاتی ہے، تو اس وقت حروف تہجی کو علم تجوید کا موضوع کہا جائے گا۔

حروفِ تجویبی اور غایتِ تصحیحِ حروف ہے اور خوش آوازی سے پڑھنا امرِ زائد^۲ مستحسن ہے اور قواعدِ تجوید کے خلاف نہ ہو، ورنہ مکروہ ہے اگر لُحْنِ خَفِیٰ لازم آئے، اور اگر لُحْنِ جَلِیٰ لازم آئے تو حرامِ ممنوع ہے۔ پڑھنا اور سننا دونوں کا ایک حکم ہے۔

۱۔ کسی کام کے کرنے پر جو نتیجہ و فائدہ مرتب ہوتا ہے اس کو ”غایت“ کہتے ہیں، مثلاً: تجوید کے ساتھ پڑھنے سے تصحیحِ کلام اللہ ہوگی، لہذا یہ غایتِ تجوید کہی جائے گی، اور اگر اس تصحیح سے غرضِ ثواب ہو تو ان شاء اللہ ثواب بھی ملے گا۔

۲۔ یعنی خوش آوازی تجوید کے قواعد اور حکم وغیرہ سے خارج ہے اگرچہ امرِ مستحسن ہے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ”زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ“ یعنی اپنی آوازوں سے قرآن مجید کو زینت دو۔ چونکہ بہت سے لوگوں نے خوش آوازی کو تجوید کا موقوف علیہ قرار دے رکھا ہے یہاں تک کہ علمِ تجوید حاصل نہیں کرتے کہ ہماری آواز اچھی نہیں، یا جن لوگوں میں فطرتاً خوش آوازی نہیں ہے ان کو باوجود صحیح پڑھنے کے مطعون کرتے ہیں، یا بعض لہجہ ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور تجوید کا خیال نہیں کرتے اس لیے فرمایا کہ خوش آوازی سے پڑھنا امرِ زائد و مستحسن ہے، وہ بھی اس شرط کے ساتھ جب کہ لُحْنِ جَلِیٰ لازم نہ آئے ورنہ حرام ہے اور اگر لہجہ کی بدولت لُحْنِ خَفِیٰ لازم آئے تو مکروہ ہے۔ کما ذکر شیخنا المصنف رَحِمَهُ اللهُ بَعِيداً

۳۔ یعنی جس طرح لُحْنِ جَلِیٰ کے ساتھ پڑھنا حرام ہے اسی طرح لُحْنِ جَلِیٰ کا سننا بھی حرام ہے، اور جس طرح لُحْنِ خَفِیٰ کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے اسی طرح اس کا سننا بھی مکروہ ہے، بہر حال فعلِ ناجائز اور قبیح سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

باب اول

فصل اول: استعاذہ اور بسملہ کے بیان میں

قرآن مجید شروع کرنے سے پہلے ”استعاذہ“ ضروری ہے اور الفاظ اس کے یہ ہیں: اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. اگرچہ اور طرح سے بھی ثابت ہے مگر بہتر یہ ہے انہیں الفاظ سے استعاذہ ادا کیا جائے، اور جب سورت شروع کی جائے تو بِسْمِ اللّٰهِ کا پڑھنا بھی

۱۔ جس میں مختلف قسم کے عام مضامین مذکور ہوں اس کو ”باب“ کہتے ہیں۔

۲۔ جب ایک بیان کو دوسرے بیان سے جدا کرنا ہوتا ہے تو اس کو ”فصل“ کہتے ہیں، اس میں ایک خاص قسم کے مضامین ہوتے ہیں۔

۳۔ جن کلمات کے ذریعہ شیطان سے پناہ مانگی جائے اس کو ”استعاذہ“ کہتے ہیں، اس کا نام ”تعوذ“ بھی ہے یعنی اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھنا۔

۴۔ اس کے معنی ہیں: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنا۔

۵۔ ہم چونکہ ابتداء قرأتِ مہتم بالشان ہے اس وجہ سے لفظ ”ضروری“ فرمایا، یہاں ضروری بمعنی واجب نہیں کیونکہ احناف کے نزدیک استعاذہ مستحب ہے، جیسا کہ ملا علی قاری فرماتے ہیں: ”وَالصَّحِيْحُ اَنَّهَا مُسْتَحَبَّةٌ بِقَرِيْنَةِ الشَّرْطِ فَاِنَّ الْمَشْرُوْطَ غَيْرُ وَاجِبٍ“۔

۶۔ جیسا کہ طیبہ میں علامہ جزری بتلخیص فرماتے ہیں۔

وَ اِنْ تُغَيَّرَ اَوْ تُرَدُّ لَفْظًا فَلَا تَعَدُّ اَلَّذِيْ قَدْ صَحَّ مِمَّا نَقَلًا

یعنی اگر الفاظ استعاذہ متغیر کر دیے جائیں یا الفاظ استعاذہ زیادہ کیے جائیں تو ثبوت نقل سے نہ متجاوز ہوں۔ متغیر کی مثال: ”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوذُ بِكَ مِنْ اِبْلِیْسَ وَ جُنُوْدِهٖ“ اور زیادتی کی مثال: ”اَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ“۔

۷۔ جیسا کہ علامہ دانی بتلخیص فرماتے ہیں: ”اعْلَمُ اَنَّ الْمُسْتَعْمَلَ عِنْدَ الْقُرَّاءِ الْحَدَّاقِ مِنْ اَهْلِ الْاَدَاۃِ فِي لَفْظِهَا اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ دُوْنَ غَيْرِهٖ“ یعنی ماہرین قراء کے نزدیک الفاظ استعاذہ:

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ہی مختار ہیں۔

نہایت ضروری ہے سوائے سورۃ براءۃ کے اور اوساط اور اجزاء میں اختیار ہے چاہے

عَنْ ابْنِ خُزَيْمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَرَأَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فِي أَوَّلِ الْفَاتِحَةِ فِي الصَّلَاةِ وَعَدَّهَا آيَةً أَيْضًا فَهِيَ آيَةٌ أَيْضًا مُسْتَقِلَّةٌ مِنْهَا فِي إِحْدَى الْحُرُوفِ السَّبْعَةِ الْمُتَّفَقِ عَلَى تَوَاتُرِهَا وَعَلَيْهِ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْقُرَّاءِ السَّبْعَةِ: ابْنُ كَثِيرٍ وَعَاصِمٌ وَالْكَسَائِيُّ فَيَعْتَقِدُونَهَا آيَةً مِنْهَا بَلَّ مِنَ الْقُرْآنِ أَوَّلَ كُلِّ سُورَةٍ (مِنَ الْإِتْحَافِ فِي الْقِرَاءَاتِ الْأَرْبَعَةِ عَشَرَ) وَقِيلَ: آيَةٌ تَامَّةٌ مِنْ كُلِّ سُورَةٍ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عَمْرٍ وَسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَالزُّهْرِيُّ وَعَطَاءٌ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَبَّارٍ وَعَلَيْهِ قُرَاءَةٌ مَكَّةَ وَالْكُوفَةَ وَفَقَّهَهَا وَهِيَ الْقَوْلُ الْجَدِيدُ لِلشَّافِعِيِّ. (مِنْ مَنَارِ الْهُدَى فِي الْوَقْفِ وَالْإِبْتِدَاءِ) وَالْحَاصِلُ أَنَّ النَّارِكِينَ أَخَذُوا بِالْحَالِ الْأَوَّلِ وَالْمُبْسِمِلِينَ أَخَذُوا بِالْآخِرِ الْمَعْوَلِ وَلَا يَخْفَى قُوَّةُ دَلِيلِ الْمُبْسِمِلِينَ لِاسِيْمَا مَعَ كِتَابَةِ الْبَسْمَلَةِ فِي أَوَّلِ كُلِّ سُورَةٍ إِجْمَاعًا مِنَ الصَّحَابَةِ. (مِنْ شَرْحِ الشَّاطِبِيَّةِ لِمَلَا عَلَى قَارِي) ثُمَّ الْمُبْسِمِلُونَ بَعْضُهُمْ يَعُدُّهَا آيَةً مِنْ كُلِّ سُورَةٍ سِوَى بَرَاءَةٍ وَهُمْ غَيْرُ قَالُونَ. (مِنْ كَنْزِ الْمَعَانِي شَرْحِ حَرَزِ الْأَمَانِيِّ) قَالَ السَّخَاوِيُّ تَلْمِيزُ الشَّاطِبِيِّ: وَاتَّفَقَ الْقُرَّاءُ عَلَيْهَا فِي أَوَّلِ الْفَاتِحَةِ كَابْنِ كَثِيرٍ وَعَاصِمِ وَالْكَسَائِيِّ يَعْتَقِدُونَهَا آيَةً مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ سُورَةٍ. وَالصَّوَابُ أَنَّ كُلَّامِنَ الْقَوْلَيْنِ حَقٌّ وَأَنَّهَا آيَةٌ مِنَ الْقُرْآنِ فِي بَعْضِ الْقِرَاءَاتِ وَهِيَ قِرَاءَةُ الَّذِينَ يَفْصِلُونَ بِهَا بَيْنَ السُّورَتَيْنِ وَلَيْسَتْ آيَةً فِي قِرَاءَةٍ مَنْ لَمْ يَفْصِلْ بِهَا (النَّشْرُ فِي الْقِرَاءَاتِ الْعَشْرَةِ لِلْإِمَامِ ابْنِ الْجَزَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ)

ترجمہ: ابن خزیمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کو فاتحہ کے شروع میں نماز کے اندر اور اس کو ایک آیت بھی شمار کیا، پس معلوم ہوا کہ یہ ایک مستقل آیت ہے، بعض قراء سبعہ کے نزدیک جن کے تواتر پر اتفاق ہے اور قراء سبعہ میں سے تین قاری ابن کثیر، عاصم اور کسائی رضی اللہ عنہم اسی پر ہیں۔ اور یہ تینوں فاتحہ کی ایک آیت ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں، بلکہ قرآن شریف کے ہر سورت کے شروع کی ایک آیت مانتے ہیں۔ (اتحاف) اور کہا گیا ہے کہ ایک یہ آیت تامہ ہے ہر سورت سے، یہ ابن عباس، ابن عمر، سعید بن جبیر، زہری، عطاء اور عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور اسی پر قراء مکہ، کوفہ اور وہاں کے فقہاء ہیں اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول جدید یہی ہے۔ (منار الہدیٰ فی الوقف والابتداء) حاصل یہ ہے کہ بسم اللہ نہ پڑھنے والوں نے عمل کیا ہے شروع زمانہ پر اور پڑھنے والوں نے عمل کیا ہے اخیر زمانہ پر جو معتمد ہے اور بسم اللہ =

بِسْمِ اللّٰهِ پڑھے اور چاہے نہ پڑھے۔ اَعُوْذُ اور بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنے میں چار صورتیں ہیں:

= پڑھنے والوں کی دلیل کی قوت مخفی نہیں خاص کر جب کہ بِسْمِ اللّٰهِ ہر سورت کے شروع میں اجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لکھی گئی ہے۔ (شرح شاطبیہ لِمَلّا عَلِي قَارِي) پھر بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنے والے بعض اس کو ہر سورت سے سوائے سورۃ براءۃ کے ایک آیت شمار کرتے ہیں اور وہ بعض علاوہ قالون رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ (کنز المعانی شرح حرز الامانی) سخاوی شاگرد امام شاطبی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قراء نے اس کے جزء فاتحہ ہونے پر اتفاق کیا ہے مثل: ابن کثیر، عاصم اور کسائی رضی اللہ عنہم اس کو سورۃ فاتحہ اور ہر سورت سے جزء جانتے ہیں اور صواب یہ ہے کہ دونوں قول حق ہیں اور وہ آیت قرآن سے ہے بعض قرأت میں، اور وہ قرأت ان لوگوں کی ہے جو درمیان دو سورتوں کے بِسْمِ اللّٰهِ سے فصل کرتے ہیں، اور جو لوگ اس سے فصل نہیں کرتے ان کی قرأت میں یہ آیت نہیں۔

۱۔ سورۃ براءۃ کے شروع میں بالاتفاق ترکِ بسملہ ہے، چاہے ابتداء قرأت ہو، چاہے درمیان قرأت ہو، اس لیے کہ بِسْمِ اللّٰهِ آیتِ رحمت ہے، اور ابتداء براءۃ آیتِ غضب ہے جیسا کہ علامہ شاطبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَمَهْمَا تَصَلُّهَا أَوْ بَدَأْتَ بِرَاءَةٍ لِنَنْزِيلِهَا بِالسُّنْفِ مُبْتَدِئًا

یعنی جب کسی سورت سے وصل کیا جائے سورۃ براءۃ کا، یا ابتداء کی جائے سورۃ براءۃ سے تو بسبب نازل ہونے براءۃ کے ساتھ قہر کے بِسْمِ اللّٰهِ نہیں ثابت، پس مناسب نہیں کہ آیتِ رحمت کو آیتِ غضب کے ساتھ جمع کیا جائے۔

۲۔ یعنی سورت کے درمیان سے شروع کرنے میں بِسْمِ اللّٰهِ کے بارے میں اختیار ہے اگرچہ سورۃ براءۃ ہو۔

حاشیہ صفحہ ہذا یعنی ابتداء قرأت ابتداء سورت سے ہو تو استعاذہ اور بسملہ کے وصل و فصل کے لحاظ سے چار وجہیں ہیں، جیسا کہ کتاب میں مذکور ہیں لیکن استعاذہ کا بسملہ اور قرآن سے فصل بہتر ہے، جیسا کہ ”منار الہدیٰ فی الوقف والابتداء“ میں ہے: ”اعْلَمُ أَنَّ الْاِسْتِعاذَةَ يُسْتَحَبُّ قَطْعُهَا مِنَ التَّسْمِيَةِ وَمِنْ اَوَّلِ السُّورَةِ لِانْهَآ لَيْسَتْ مِنَ الْقُرْآنِ.“ اور اگر سورۃ براءۃ سے قرأت شروع کی جائے تو استعاذہ کا وصل و فصل دونوں جائز ہے، جیسا کہ ”اتحاف“ میں ہے: ”وَيَجُوزُ الْوُقُوفُ عَلٰى التَّعْوِذِ، وَوَضَلُّهُ بِمَا بَعْدَهُ بِسْمَلَةً كَانَ اَوْ غَيْرَهَا مِنَ الْقُرْآنِ“ انتہی!

(۱) فصلِ کل (۲) وصلِ کل (۳) فصلِ اول وصلِ ثانی (۴) وصلِ اول فصلِ ثانی۔
جب ایک سورت کو ختم کر کے دوسری شروع کریں تو تین صورتیں جائز ہیں اور چوتھی صورت جائز نہیں، یعنی فصلِ کل اور وصلِ کل، اور فصلِ اول وصلِ ثانی جائز ہے، اور وصلِ اول فصلِ ثانی جائز نہیں۔^۱

فائدہ: امام عاصم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جنگی روایت تمام جہان رضی اللہ عنہ میں پڑھی جاتی ہے انکے یہاں بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے تو اس لحاظ سے جس سورت کو قاری بغیر بسم اللہ پڑھے گا، تو وہ سورت امام عاصم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ناقص ہوگی، ایسے ہی اگر سارا قرآن پڑھا جائے تو یعنی درمیان قرأت شروع سورت میں تین ہی وجہیں جائز ہیں، جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے، اور اگر ابتداء قرأت درمیان سورت سے ہو تو بسم اللہ پڑھنے کی صورت میں چاروں وجہیں جائز ہیں، لیکن شروع میں شیطان کا نام ہو تو وصل جائز نہیں، مثل: الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ اور اگر بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو استعاذہ کا وصل فصل دونوں جائز ہیں لیکن شروع میں اللہ پاک کا کوئی نام ہو تو استعاذہ کا وصل نہ کرے، مثل: اللَّهُ، هُوَ اللَّهُ، الرَّحْمَنُ وغیرہ۔

۲ کیونکہ بسم اللہ کا شروع سورت سے تعلق ہے اس وجہ سے بسم اللہ کا وصل ختم سورت سے اور فصل شروع سورت سے جائز نہیں، جیسا کہ علامہ شاطبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَمَهْمَا تَصَلَّهَا مَعَ أَوْ آخِرَ سُورَةٍ فَلَا تَقِفُ الدَّهْرَ فِيهَا فَتُنْقَلَا

یعنی جب کہ بسم اللہ کا ختم سورت سے وصل کیا جائے تو نہ وقف کر اس وقت بسم اللہ پڑتا کہ دشواری میں پڑے، کیونکہ بسبب فصل کے بسم اللہ کا شروع سورت میں نہ پڑھنا لازم آئیگا۔

۳ اس وجہ سے کہ امام اعظم صاحب رضی اللہ عنہ علم قرأت میں امام عاصم رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں، لہذا موافقت قرأت و روایت کے احناف قرأت امام عاصم رضی اللہ عنہ کی اور روایت حفص رضی اللہ عنہ کی پڑھتے ہیں، اور چونکہ روایت حفص بھی قرآء سبغہ متواترہ میں سے ایک قرأت ہے، اور اس کے موافق قرآن شریف میں نقطے اور اعراب وغیرہ لگے ہیں، اس سہولت کی وجہ سے شوافع وغیرہ بھی انہیں کی قرأت پڑھتے ہیں۔

جتنی سورتوں میں بِسْمِ اللّٰهِ نہیں پڑھی ہے اتنی آیتیں قرآن شریف میں ناقص ہوں گی۔
فائدہ: اگر درمیان قرأت کے کوئی کلام اجنبی ہو گیا اگرچہ سلام کا جواب ہی کسی کو دیا ہو تو پھر استعاذہ دہرانا چاہیے۔

فائدہ: قرأتِ جہرہ میں استعاذہ جہرے کے ساتھ ہونا چاہیے اور اگر آہستہ سے یا دل میں استعاذہ کر لیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ (بعض کا قول ایسا ہے)

۱۔ مگر یہ امر ظاہر ہے کہ بسم اللہ کا ہر سورت کا جزء ہونا امر قطعی نہیں کیونکہ مجتہدین و فقہاء کا اختلاف ہے احناف جزء قرآن کے قائل ہیں، اور شوافع جزء ہر سورت کے قائل ہیں، ایسے ہی ابن کثیر، عاصم اور کسائی رحمہم اللہ کی طرف نسبت اعتقاد جزء ہر سورت کا ہونا امر ظنی ہے قطعی نہیں، کیونکہ کتب تفسیر اور قرأت کی کتابوں میں جن کے مؤلفین شافعی المذہب ہیں ان کا قول ہے کہ یہ قراء جزء ہر سورت کے قائل ہیں اور ان قراء سے روایت اعتقاد جزئیت ہر سورت کی نظر سے نہیں گزری، البتہ بسم اللہ کی روایت ان قراء سے قطعی ہے اور اعتقاد جزئیت یہ مسئلہ فقہی ہے علم قرأت سے اس کو تعلق نہیں۔

۲۔ کتب قرأت میں جو مسائل بیان کیے جاتے ہیں وہ تلاوت سے متعلق ہیں، لہذا تلاوت میں روایتِ حفص کی پابندی لازمی ہے اور تراویح وغیرہ کے مسائل فقہ سے متعلق ہیں، لہذا حنفیوں کو تراویح وغیرہ کے بارے میں امام اعظم صاحب رحمہم اللہ کی تقلید واجب ہے، چونکہ احناف کے نزدیک آیت: اِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَاِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے علاوہ بسم اللہ ہر سورت کے شروع کا جزء نہیں صرف قرآن کا جزء ہے، لہذا قرآن بھر میں ایک جگہ کہیں بھی تراویح میں پڑھ لینے سے قرآن مجید پورا ہو جائے گا اس وقت روایتِ حفص کے موافق تکمیل قرآن کے مکلف نہیں ہیں۔ پس عدم تقلید اور تخلیط قرأت دونوں سے بچنا ضروری ہے۔

۳۔ یعنی متعلقات قرآن سے کوئی بات نہ ہوئی ہو، اس لیے کہ غیر متعلقات قرآن منافی قرأت ہے، پس اگر بلا وجہ قرأت میں سکوت بھی پایا گیا تو استعاذہ پھر کرنا چاہیے کیونکہ اعراض عن القرآء لازم آئے گا اگرچہ ارادہ پھر پڑھنے کا ہو۔ ہاں اگر انہام و تفہیم معنی کی غرض سے سکوت ہو تو استعاذہ دہرانے کی ضرورت نہیں، پڑھتے پڑھتے وقت سے زیادہ رک جانے کو سکوت کہیں گے۔

۴۔ بعض حضرات اس کو شرط وجودی اور شرطِ عدمی کے ساتھ مقید کرتے ہیں۔ شرط وجودی یہ کہ قرأت بالجہر ہو یا سماع ہو۔ اور شرطِ عدمی یہ کہ نماز میں نہ ہو یا قرآن کا دور نہ کرتا ہو۔ اسی طرح سے حضرت نے ”فوائد مکیہ“ پڑھاتے وقت مجھ سے بیان کیا تھا۔ پھر بعد میں شرح شاطبی ملا علی قاری میں یہی تقریر میں نے دیکھی ہے۔

فصل ثانی: مخارج کے بیان میں

مخارج حروف کے چودہ ہیں:

- (۱) اقصیٰ حلق: اس سے ا، ء، ہ نکلتے ہیں۔
- (۲) وسط حلق: اس سے ع، ح نکلتے ہیں۔
- (۳) ادنیٰ حلق: اس سے غ، خ نکلتے ہیں۔
- (۴) اقصیٰ لسان اور اوپر کا تالو: اس سے ق نکلتا ہے۔
- (۵) قاف کے مخرج سے ذرا منہ کی طرف ہٹ کر: اس سے ك نکلتا ہے، ان دونوں حرفوں کو یعنی ق، ك کو حروفِ لہویہ کہتے ہیں۔
- (۶) وسط لسان: اس سے ج، ش، ی نکلتے ہیں۔
- (۷) حافر لسان اور ڈاڑھوں کی جڑ: اس سے ض نکلتا ہے۔
- (۸) طرف لسان اور دانتوں کی جڑ: اس سے ل، ن، ر نکلتے ہیں۔
- (۹) نوک زبان اور ثنایا علیا کی جڑ: اس سے ط، د، ت نکلتے ہیں۔
- (۱۰) نوک زبان اور ثنایا علیا کا کنارہ: اس سے ظ، ذ، ث نکلتے ہیں۔
- (۱۱) نوک زبان اور ثنایا سفلی کا کنارہ مع اتصال ثنایا علیا کے: اس سے ص، ز، س نکلتے ہیں۔
- (۱۲) نیچے کا لب اور ثنایا علیا کا کنارہ: اس سے ف نکلتا ہے۔
- (۱۳) دونوں لب: اس سے ب، م، و نکلتے ہیں۔

۱۔ فراء کے مذہب کی بنا پر الف اور ہمزه کا مخرج ایک ہے، اس وجہ سے الف کو بھی ہمزه کے ساتھ بیان فرمایا چونکہ الف مخرج مقدر جو ف حلق سے نکلتا ہے اس وجہ سے اس کو ”حلقیہ“ نہیں کہتے بلکہ ”جوفیہ“ اور ”ہوائیہ“ کہتے ہیں۔ حروفِ حلقیہ: ان حروف کو کہتے ہیں جو بالاتفاق حلق کے مخرج محقق سے ادا ہوتے ہیں۔

(۱۴) خیشوم: اس سے غمٹہ نکلتا ہے، مراد اس سے ”نونِ مخفی“ اور ”مدغم بادغام ناقص“ ہے۔
 فائدہ: یہ مذہب فراء وغیرہ کا ہے اور سیبویہ کے نزدیک سولہ مخارج ہیں انہوں نے (ل) کا
 مخرج حافہ لسان، اس کے بعد (ن) کا مخرج کہا ہے، اس کے بعد (ر) کا مخرج ہے۔ اور
 خلیل کے نزدیک سترہ ہیں، انہوں نے (ل، ن، ر) کا مخرج جدا جدا رکھا ہے اور حروفِ علت
 جب مدہ ہوں ان کا مخرج جوف^{۱۴} کہا ہے۔^{۱۵}

۱۔ مُحَمَّدِي بِصَمِّ الْمِيمِ وَفَتْحِ الْفَاءِ صَحَّحَ بِعَيْنِي وَهُوَ غَمْطٌ جَوَانِخَاءُ أَوْ دَغَامٌ نَاقِصٌ كِي حَالَتِ فِي بَقْدَرٍ أَيْكَ الْفِ
 نَكَلْتَا هِيَ اس كُو ”حرف فرعی“ کہتے ہیں۔

۲۔ یعنی واو اور یا کیونکہ الف ہمیشہ حرف مد ہوتا ہے۔

۳۔ یعنی واؤ ساکن سے پہلے پیش اور یائے ساکن سے پہلے زیر ہو، باقی الف ہمیشہ ساکن ماقبل زیر ہی ہوتا ہے
 لیکن جب همزہ بشکل الف ساکن ماقبل زیر ہوگا تو اس الف پر جزم ضرور ہوگا اور جھٹکے سے پڑھا جائے گا جیسے:
 شَان. الف اور همزہ میں یہی فرق ہے۔

۴۔ یعنی واؤ مدہ اپنے ہی مخرج کے جوف سے اور یائے مدہ اپنے ہی مخرج کے جوف سے اس طرح ادا ہوتے ہیں
 کہ مخرج کا تحقیق نہیں ہوتا بلکہ مثل: الف کے واؤ مدہ اور یائے مدہ بھی ہوا پر تمام ہو جاتے ہیں جیسا کہ
 علامہ جزریؒ فرماتے ہیں۔

فَالْفُ الْجَوْفُ وَأُخْتَاهَا وَهِيَ حُرُوفٌ مَبْدٍ لِسَلْهَوَاءٍ تَنْتَهِي

۱۵۔ فائدہ: یہ اختلاف مخارج ۱۴، ۱۶، ۱۷ کا حقیقی اختلاف نہیں ہے۔ فراء نے (ل، ن، ر) میں قرب کا لحاظ کر کے
 ایک کہہ دیا۔ سیبویہ اور خلیل نے قرب کا لحاظ نہ کر کے الگ مخرج ہر ایک کا بیان کیا، جیسا کہ محققین کا قول ہے کہ ہر
 حرف کا مخرج علیحدہ ہے مگر نہایت قرب کی وجہ سے ایک شمار کیا جاتا ہے علیٰ ہذا القیاس حروف مدہ کا مخرج خلیل نے
 جوف کہا ہے، فراء و سیبویہ نے مدہ اور غیر مدہ کا ایک ہی مخرج کہا ہے مخرج جوف زائد نہیں کیا۔ اس میں تحقیق یہ ہے
 کہ الف بالکل ہوائی حرف ہے اس میں اعتماد صوت کا کسی جزء معین پر نہیں ہوتا، اسی واسطے فراء و سیبویہ نے
 مبداء مخارج یعنی اقضاء حلق اس کا مخرج کہا ہے اور حرف (و) اور (ی) جب مدہ ہوں تو اس وقت اعتماد صوت کا
 لسان و شفتین پر نہایت ضعیف ہوتا ہے مگر ہوتا ضرور ہے، تو فراء و سیبویہ نے اس اعتماد ضعیف کی وجہ سے مدہ اور
 غیر مدہ کے مخرج میں فرق نہیں کیا، خلیل نے ضعف و قوت کا لحاظ کر کے ایک ”مخرج جوف“ زائد کیا ہے۔ =

= فائدہ: غتہ ”صوت خیشومی“ کا نام ہے اور یہ سب حرفوں میں ممکن الاداء ہے مگر (ن، م) میں صفت لازمہ کے طور سے ہے اور جب یہ دونوں حرف مشدد یا مخفی یا مدغم بالغتہ ہوں تو اس وقت یہ صفت علی وجہ الکمال پائی جاتی ہے، اور ان حالتوں میں خیشوم کو ایسا دخل ہے کہ بغیر اس صفت کے (ن، م) بالکل ادا ہی نہ ہوں گے یا نہایت ناقص ادا ہوں گے، لہذا افزاء نے لکھا ہے کہ (ن، م) کا مخرج ان حالتوں میں ”خیشوم“ ہے۔ اب کئی اعتراض ہوتے ہیں۔ پہلا شبہ: یہ کہ سب صفات لازمہ میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ بغیر ان کے حرف ادا نہیں ہوتا تو سب کا مخرج بیان کرنا چاہیے اور مخرج بدلنا چاہیے یا دو مخرج لکھنا چاہیے۔

جواب: یہ ہے کہ چونکہ صفت غتہ کا مخرج سب مخارج سے علیحدہ ہے اس واسطے بیان کرنے کی حاجت ہوئی بخلاف اور صفات کے کہ انہیں مخارج سے تعلق رکھتے ہیں جہاں سے حرف نکلتے ہیں۔

دوسرا شبہ: یہ ہوتا ہے کہ نون مشدد اور مدغم بالغتہ اور (م) مطلقاً خواہ مشدد ہو یا مخفی ان صورتوں میں اصلی مخارج سے نکلنے میں تبدیل مخرج تو نہیں معلوم ہوتا، تو اس کا۔

جواب: یہ ہے کہ مخرج اصلی کو بھی دخل ہے اور خیشوم کو بھی تاکہ علی وجہ الکمال ادا ہوں۔

تیسرا شبہ: یہ ہے کہ نون مخفی کو بعض قراء زمانہ لکھتے ہیں کہ اس میں لسان کو ذرہ بھر دخل نہیں، اور کتب تجوید کی بعض عبارات سے ان کی تائید ہوتی ہے، مگر جب غور و خوض کیا جائے اور سب کے اقوال مختلفہ پر نظر کی جائے تو یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ نون مخفی میں لسان کو بھی دخل ہے مگر ضعیف۔ اسی وجہ سے کالعدم سمجھا گیا، جیسا کہ حرف تہ میں اعتماد ضعیف سے قطع نظر کر کے ظلیل وغیرہ نے ان کا مخرج جوف بیان کیا ہے، ایسا ہی نون مخفی کا حال ہے کہ اس کی تعریف یہ کی جاتی ہے ”حَرْفٌ خَفِيٌّ يَخْرُجُ مِنَ الْخِشُومِ لِأَعْمَلِ لِسَانٍ فِيهِ“ اب ”لَا عَمَلٌ لِلْسَانَ“ کو دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے کہ لسان کو ذرہ بھر دخل نہیں کیونکہ نکرہ منفی عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ اگر یہ صحیح مانا جائے تو حرف کا اطلاق صحیح نہیں اس واسطے کہ

اولاً: حرف کی تعریف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لکھی ہے کہ ”صَوْتُ يَعْتَمِدُ عَلَى مَقْطَعٍ مُحَقَّقٍ أَوْ مُقَدَّرٍ“ مقطع محقق کو اجزاء حلق، لسان اور حشف بیان کیا اور مقطع مقدر کو جوف بیان کیا لہذا: ”لَا عَمَلٌ لِلْسَانَ“ میں عمل خاص کی نفی ہے، جیسا کہ آگے کی عبارات سے معلوم ہو جائے گا۔

= ثانیاً: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے بھی عملِ لسان ثابت ہے، وہ لکھتے ہیں: "وَإِنَّ النُّونَ الْمُخْفَةَ مُرَكَّبَةٌ مِنْ مَخْرَجِ الدَّاتِ وَمِنْ تَحْقِيقِ الصِّفَةِ فِي تَحْصِيلِ الْكَمَالَاتِ". "تحقق الصفة" کے معنی وجودِ غنہ اور اس کا مخرجِ خیشوم ہے، فثبت ما قلنا.

ثالثاً: امام جزری رحمۃ اللہ علیہ "النشرفی القراءات العشر" میں لکھتے ہیں: "الْمَخْرَجُ السَّابِعُ عَشَرَ: الْخَيْشُومُ: وَهُوَ الْغَنَّةُ وَهِيَ تَكُونُ فِي النُّونِ وَالْمِيمِ السَّاكِنِينَ حَالَةَ الْإِخْفَاءِ أَوْ مَا فِي حُكْمِهِ مِنَ الْإِدْغَامِ بِالْغَنَّةِ فَإِنَّ مَخْرَجَ هَذَيْنِ الْحَرْفَيْنِ يَتَحَوَّلُ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ عَنْ مَخْرَجِهَا الْأَصْلِيِّ عَلَى الْقَوْلِ الصَّحِيحِ كَمَا يَتَحَوَّلُ مَخْرَجُ حُرُوفِ الْمَدِّ مِنْ مَخْرَجِهَا إِلَى الْجُوفِ عَلَى الصَّوَابِ." پھر آگے "احکام النون الساكنة والتنوين" کی تشبیہات میں لکھتے ہیں: "الْأَوَّلُ مَخْرَجُ الشُّونِ وَالتَّنْوِينِ مَعَ حُرُوفِ الْإِخْفَاءِ الْخَمْسَةِ عَشَرَ مِنَ الْخَيْشُومِ فَقَطْ، وَلاَحْظَ لَهُمَا مَعَهُنَّ فِي الْقَمِّ لِأَنَّهُ لَاعْمَلٌ لِلْسَانَ فِيهِمَا كَعَمَلِهِ فِيهِمَا مَعَ مَا يُظْهَرَانِ وَيُدْغَمَانِ بِغَنَّةٍ" اس سے معلوم ہوا نفی قید کی ہے مطلق عمل کی نہیں، یعنی اظہار اور ادغام بالغنہ میں جو عمل ہے یہ نونِ مخفی میں نہیں۔ اب اگر تحول کے معنی انتقال اور تبدل کے مراد ہوں تو لَاعْمَلٌ كَعَمَلِهِ مَعَ مَا يُدْغَمَانِ بِغَنَّةٍ اس کے معارض ہوگا لہذا مراد تحول سے توجہ و میلان ہے اس طرح پر کہ محول عنہ و محول الیہ دونوں کو دخل ہے مگر نونِ خفیفہ میں بہ نسبت نونِ مشدد کے لسان کو بہت کم دخل ہے۔ بخلاف نونِ مشدد و مدغم بالغنہ و میمِ مشدد و مخفّاة کے کہ ان میں لسان وشفہ کو زیادہ عمل دخل ہے۔ ایک بات اور یہاں سے ظاہر ہوتی ہے کہ نونِ مخفی میں لسان کو ایسا عمل بھی نہ ہو جیسا کہ نونِ میمِ مشدد میں ہوتا ہے، اور نہ مابعد کے حرف کے مخرج پر اعتماد ہو جیسا کہ (و، ی، ل، ر) میں بحالتِ ادغام بالغنہ اعتماد ہوتا ہے کیونکہ ان حرفوں میں ادغام بالغنہ کی صورت یہ ہے کہ نون کے مابعد کے حرف سے بدل کر اول حرف کو اس کے مخرج سے مع صوتِ خیشومی کے ادا کریں، اسی وجہ سے اس نون کو جو (و، ی، ل، ر) میں مدغم بالغنہ ہوتا ہے اس کو حرف کے ساتھ کسی نے تعبیر نہیں کیا، کیونکہ یہاں ذاتِ نون بالکل منعدم ہوگئی ہے اور نہ اصلی مخرج سے کچھ تعلق رہا ہے۔ صرف غنہ باقی ہے جس کا عمل خیشوم ہے، بخلاف نونِ مخفی کے کہ اس کی تعریف یہ کی جاتی ہے "حَرْفٌ خَفِيفٌ يَخْرُجُ مِنَ الْخَيْشُومِ وَلاَعْمَلٌ لِلْسَانَ فِيهِ وَلاَشَائِبَةٌ حَرْفٌ آخَرُ فِيهِ" اب امام جزری رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے بھی ثابت ہو گیا کہ =

شدیدہ کے آٹھ حروف ہیں جن کا مجموعہ: اَجْدُ قَطِ بَكْتُ ہے، ان کے سکون کے وقت آواز رُک جاتی ہے۔

پانچ حروف متوسطہ ہیں جن کا مجموعہ: لِنُ عُمَرَ ہے، ان میں بالکل آواز بند نہیں ہوتی۔ باقی حروف ماسوا شدیدہ اور متوسطہ کے سب رِخوہ ہیں یعنی ان کی آواز جاری ہو سکتی ہے۔ خَصَّ صَغَطِ قِطْ: یہ حروف متصف ہیں اِسْتِعْلَاء کے ساتھ یعنی ان کے ادا کرتے وقت اکثر حصّہ زبان کا تالو کی طرف بلند ہو جاتا ہے۔

ان کے ماسوا سب حروف استفعال کے ساتھ متصف ہیں، ان کے ادا کرتے وقت اکثر حصّہ زبان کا بلند نہ ہوگا۔

صَطْ ظُضْ: یہ حروف متصف ہیں ساتھ اِطْباق کے یعنی ان کے ادا کرتے وقت اکثر حصّہ زبان کا تالو سے مل جاتا ہے۔ ان چار حروف کے سوا باقی حروف اِنْفِتَاح سے متصف ہیں یعنی ان کے ادا کرتے وقت اکثر زبان تالو سے ملتی نہیں۔

یہ صفات جو ذکر کی گئی ہیں ”متضادہ“ ہیں، جہر کی ضد ہمس ہے اور رِخوہ کی ضد شدت ہے اور استعلاء کی ضد استفعال ہے اور اِطْباق کی ضد اِنْفِتَاح ہے تو ہر حرف چار صفتوں کے ساتھ ضرور متصف ہوگا۔ باقی صفات کی ضد نہیں ہے۔

۱۔ چونکہ متحرک کی صورت میں بوجہ حرکت رکنا معلوم نہیں ہوتا، اس لیے سکون کی قید لگائی ورنہ صفات لازمہ کے لیے کسی قید کی ضرورت نہیں تھی، حروف چاہے متحرک ہوں یا ساکن، جو صفات لازمہ ہیں وہ ہر حال میں پائے جائیں گے۔ سکون کی قید سے اس کا عارض سمجھنا غلطی ہے، حروف شدیدہ جب متحرک ہوتے ہیں تو جس قدر آواز جاری ہوتی ہے وہ حرکت کی ہوتی ہے۔

۲۔ اس سے مراد زبان کی جڑ ہے چنانچہ اس کے بعد کا حصّہ تالو سے جدا رہتا ہے، جیسے: خسائق کی خاء، بخلاف صفت اِطْباق کے کہ اس کے ادا کرتے وقت اکثر حصّہ زبان کا تالو سے مل جاتا ہے، جیسے: طال کی طاء، اس وجہ سے تَفْنِیم استعلاء سے تَفْنِیم اِطْباق بڑھی ہوئی ہے۔

۳۔ اِنْفِتَاح اور استفعال کے ادا میں یہ فرق ہے کہ استفعال تَفْنِیم کو مانع ہے اور اِنْفِتَاح کمال تَفْنِیم کو مانع ہے پس ہر مستقلہ مفتوحہ ہے لیکن ہر مفتوحہ مستقلہ نہیں، جیسے: غین، خاء، قاف۔

قَلْقَلَه کے پانچ حروف ہیں جن کا مجموعہ: قُطْبُ جَدِّ ہے مگر (ق) میں قَلْقَلَه واجب باقی چار حروف میں جائز ہے، قَلْقَلَه کے معنی مخرج میں جنبش دینا سختی کے ساتھ۔ (ر) میں صفت تکرار کی ہے، مگر اس سے جہاں تک ممکن ہو احتراز کرنا چاہیے۔ (ش) میں صفت تَفَشُّشِ ہے یعنی منہ میں صوت (آواز) پھیلتی ہے۔ اور (ض) میں صفت اِسْتِطَالَه ہے اور (ص، س) حروف صغیر کہلاتے ہیں (ن، م) میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ ناک میں آواز آجاتی ہے اور

۱ یعنی قاف میں قَلْقَلَه بالاتفاق معتبر ہے کیونکہ بہ نسبت حروف طب جد کے قاف میں بوجہ استعلاء و قوت شدت بہت زیادہ ظاہر ہے۔

۲ جائز یعنی اختیاری نہیں بلکہ معنی اختلاف ہے کیونکہ بہ نسبت قاف کے حروف ”طب جد“ میں قَلْقَلَه کم ہے جیسا کہ صاحب الرعایہ کی عبارت سے ظاہر ہے، فرماتے ہیں: ”قَلْقَلَةُ الْقَافِ أَكْمَلُ مِنْ قَلْقَلَةِ غَيْرِهِ لِشِدَّةِ ضَعْفِهِ“ پس اس کی اور ضعف کی طرف کسی نے توجہ کی اور حروف ”طب جد“ میں قَلْقَلَه کا اعتبار کیا، اور کسی نے اس ضعف کی طرف توجہ نہ کی اس وجہ سے قَلْقَلَه کا اعتبار نہ کیا، لیکن حروف ”طب جد“ میں قَلْقَلَه کی نفی کسی قول سے ثابت نہیں، لہذا جائز کی وجہ سے اس کو عارض سمجھنا یا کبھی ادا کرنا کبھی نہ ادا کرنا جائز نہیں، ہاں اگر ساعت میں اختلاف ہوگا تو اسی ضعف پر محمول کیا جائے گا۔

۳ یعنی بجائے ایک را کے کئی را نہ ہونے پائے، اس کے اداء کرتے وقت زبان کو لرزنے سے بچانا چاہیے، اور اس کی آسان ترکیب یہ ہے کہ اس کی صفت تو سَطَّ کو صحیح طور پر ادا کیا جائے یعنی را کو ادا کرتے وقت نہ اتنی سختی ہو کہ بجائے ایک را کے کئی را ہو جائیں اور نہ اتنی نرمی ہو کہ بجائے را کے وا ہو جائے، نہایت میانہ روی سے را کو ادا کریں تاکہ صفت تو سَطَّ اور تکریر بھی ادا ہو جائے۔

۴ یعنی ضاد کے ادا کرتے وقت آواز مخرج میں دراز ہوگی اسی کا نام صفت اِسْتِطَالَه ہے، اسکی صحت کا معیار یہ ہے کہ اگر دال کی آواز معلوم ہو تو سمجھنا چاہیے کہ صفت اِسْتِطَالَه نہیں ادا ہوئی کیونکہ دال میں بوجہ شدت جس صوت ہے جو مانع اِسْتِطَالَه ہے، ہاں اگر ظا کی طرح آواز معلوم ہو تو اس وقت اس صفت کا ادا ہونا ممکن ہے جب کہ نوک زبان ظا کی مخرج سے بالکل جدا ہے، حرف ضاد کو ظا سے مشابہت تامہ ہے، چنانچہ صاحب الرعایہ فرماتے ہیں: ”وَلَمْ يَخْتَلِفَا فِي السَّمْعِ.“ لیکن یہ دلیل تشابہ کی ہے اس میں عینیت نہ ہونا چاہیے ورنہ لُحْنِ جلی لازم آئیگا۔ ۵ جس کو صفت غَنَّة کہتے ہیں، یہ غَنَّة اظہار کی حالت میں بھی پایا جائے گا، بخلاف حرف غَنَّة کے کہ یہ صرف انحاء اور ادغام ناقص میں بقدر ایک الف ادا ہوگا، كَمَا تَقَدَّمَ فِي الْمَخْرَجِ.

کسی حرف میں یہ صفت نہیں ہے اور ان صفات متضادہ میں سے چار صفتیں یعنی (۱) جہر (۲) شدت (۳) استعلاء اور (۴) اطباق۔ قویہ ہیں باقی ضعیف ہیں، اور صفات غیر متضادہ سب قویہ ہیں، تو ہر حرف میں جتنی صفتیں قوت کی ہوں گی اتنا ہی حرف قوی ہوگا اور جتنی صفتیں ضعف کی ہوں گی اتنا ہی ضعیف ہوگا۔

حروف کی باعتبار قوت اور ضعف پانچ قسمیں ہیں:

(۱) قوی (۲) اقوی (۳) متوسط (۴) ضعیف (۵) اضعف۔

قوی: ج، د، ص، غ، ر، ب۔ اقوی: ط، ض، ظ، ق۔ متوسط: ع، ا، ز، ت، خ، ذ، ع، ك۔ ضعیف: س، ش، ل، و، ی۔ اضعف: ث، ح، ن، م، ف، ہ۔ حروف ہیں۔
فائدہ: ہمزه میں شدت اور جہر کی وجہ سے کسی قدر سختی ہے مگر نہ اس قدر کہ ناف ہل جائے، ناف سے حروف کو کچھ علاقہ ہی نہیں۔

فائدہ: (ف، ہ) یہ دونوں حرف اضعف الحروف ہیں نہایت ہی نرمی سے ادا ہونا چاہیے۔

فائدہ: حرف (ع، ح) کے ادا کرتے وقت گلا نہ گھونٹا جائے بلکہ وسط حلق سے نہایت لطافت سے بلا تکلف نکالنا چاہیے۔

فصل رابع: ہر حرف کی صفات لازمہ کے بیان میں

| نمبر شمار | اشکال حروف | اسماء صفات لازمہ | نمبر شمار | اشکال حروف | اسماء صفات لازمہ |
|--------------|---------------|--|--------------|---------------|----------------------------------|
| ۱ | ۱ | مجهور، رخوہ، مستقل، مفتوح، مدہ، مخم، یا مرقق | ۲ | ب | مجهور، شدید، مستقل، مفتوح، مقلقل |

۱۔ اگرچہ تفنیم اور ترقیق صفت عارض ہے لیکن ان میں سے حرف کے لیے کوئی نہ کوئی اصل اور لازم ضرور ہے، اسی وجہ سے حرف تردید کے ساتھ بیان فرمایا، پس چونکہ بعض کے نزدیک تفنیم عارض ہے تو ترقیق اصل ہے اور بعض کے نزدیک ترقیق عارض ہے تو تفنیم اصل ہے اور اصل بہ منزلہ لازم ہے اس لیے تفنیم اور ترقیق کو صفات لازمہ کے نقشہ میں بیان فرمایا تاکہ دونوں قول کا علم ہو جائے۔

| | | | | | |
|----|---|---|----|---|---|
| ۳ | ت | مہوس، شدید، مستقل، منفح | ۱۷ | ظ | مجبور، رخوہ، مستعل، مطبق، مخم |
| ۴ | ث | مہوس، رخوہ، مستقل، منفح | ۱۸ | ع | مجبور، متوسط، مستقل، مخ، مخم |
| ۵ | ج | مجبور، شدید، مستقل، منفح، مقلقل | ۱۹ | غ | مجبور، رخوہ، مستعل، مخ، مخم |
| ۶ | ح | مہوس، رخوہ، مستقل، منفح | ۲۰ | ف | مہوس، رخوہ، مستقل، منفح |
| ۷ | خ | مہوس، رخوہ، مستقل، منفح، مخم | ۲۱ | ق | مجبور، شدید، مستعل، منفح، مقلقل، مخم |
| ۸ | د | مجبور، شدید، مستقل، منفح، مقلقل | ۲۲ | ك | مہوس، شدید، مستقل، منفح |
| ۹ | ذ | مجبور، رخوہ، مستقل، منفح | ۲۳ | ل | مجبور، متوسط، مستقل، منفح، مرقق، یا مخم |
| ۱۰ | ر | مجبور، متوسط، مستقل، منفح، بکرار، مخم یا مرقق | ۲۴ | م | مجبور، متوسط، مستقل، منفح، غنہ |
| ۱۱ | ز | مجبور، رخوہ، مستقل، منفح، صغیر | ۲۵ | ن | مجبور، متوسط، مستقل، منفح، غنہ |
| ۱۲ | س | مہوس، رخوہ، مستقل، منفح، صغیر | ۲۶ | و | مجبور، رخوہ، مستقل، منفح، مدہ یا لین |
| ۱۳ | ش | مہوس، رخوہ، مستقل، منفح، نقشی | ۲۷ | ه | مہوس، رخوہ، مستقل، منفح |
| ۱۴ | ص | مہوس، رخوہ، مستعل، مطبق، صغیر، مخم | ۲۸ | ع | مجبور، شدید، مستقل، منفح |
| ۱۵ | ض | مجبور، رخوہ، مستعل، مطبق، مستطیل، مخم | ۲۹ | ی | مجبور، رخوہ، مستقل، منفح، مدہ یا لین |
| ۱۶ | ط | مجبور، شدید، مستعل، مطبق، مقلقل، مخم | | | |

فصلِ خامس: صفاتِ میزہ کے بیان میں

حروف اگر صفاتِ لازمہ میں مشترک ہوں تو مخرج سے ممتاز ہوتے ہیں اور اگر مخرج میں متحد

۱۔ مُشْتَبِه الصَّوْتِ حرف یا ایک مخرج کے حرفوں میں جن صفاتِ لازمہ سے امتیاز ہوتا ہے ان کو میزہ، بقیہ

صفاتِ لازمہ کو غیر میزہ کہتے ہیں۔

ہوں تو صفتِ لازمہ منفردہ سے ممتاز ہوتے ہیں، جن حروف میں تمایز بالخرج ہے ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ حروفِ متحدہ فی الخرج کے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

ا، ہ میں الف ممتاز ہے مدیت میں اور ہمزہ ممتاز ہے (ہ) سے جہر اور شدت میں باقی صفات میں یہ دونوں متحد ہیں۔ ع، ح (ح) میں ہمس اور رخاوت ہے (ع) میں جہر و توسط، باقی میں اتحاد۔ غ، خ (خ) میں جہر ہے، باقی میں اتحاد۔ ج، ش، ی (ج) میں شدت ہے، (ش) میں ہمس و تفتشی ہے، باقی استفال و انفتاح میں تینوں مشترک ہیں اور جہر میں (ج، ی) اور رخاوت میں (ش، ی) مشترک ہیں۔ ط، د، ت شدت میں اشتراک اور (ط، د) جہر میں بھی مشترک ہیں اور (ت، د) استفال و انفتاح میں مشترک ہیں اور (ط) میں اطباق و استعلاء ہے اور (ت) میں ہمس ہے۔ ظ، ذ، ث کا رخاوت میں اشتراک ہے اور (ظ، ذ) جہر میں اور (ذ، ث) استفال، انفتاح میں مشترک ہیں اور (ظ) میں ممیزہ صفتِ استعلاء و اطباق ہے اور (ذ، ث) میں صفتِ ممیزہ جہر، ہمس ہے۔ ص، ز، س رخاوت صغیر میں مشترک اور (ص، س) ہمس میں اور (ز، س) استفال و انفتاح میں مشترک ہیں اور (ص) میں صفتِ ممیزہ استعلاء و اطباق اور (ز، س) میں جہر و ہمس ہے۔

۱۔ اس سے مراد صفاتِ لازمہ غیر متضادہ ہیں، مثلاً: بر بنائے مذہب فراء لام، راجح میں متحد ہیں اور صفاتِ لازمہ متضادہ میں مشترک ہیں، اس صورت میں لام سے راکو صفتِ لازمہ منفردہ یعنی غیر متضادہ تکریر سے امتیاز ہوا۔ اس طرح لام، نون صفاتِ لازمہ متضادہ اور مخرج میں متحد ہیں اس وقت لام سے نون کو صفتِ لازمہ غیر متضادہ غنہ سے امتیاز ہوا، اور عین، حا اگرچہ مخرج میں متحد ہیں لیکن صفاتِ لازمہ متضادہ میں سے جہر اور توسط کی وجہ سے عین کو حا سے امتیاز ہے، اس وجہ سے اس پر صفتِ لازمہ منفردہ کا اطلاق صحیح نہیں کیونکہ دو صفتوں کی وجہ سے امتیاز ہوا۔

ل، ن، ر، جہر، توسط، استفال اور انفتاح میں مشترک ہیں اور (ل، ر) انحراف میں مشترک ہیں اور ان میں تمایز مخرج سے ہے اسی واسطے سیبویہ اور خلیل نے ان کا مخرج الگ ترتیب وار رکھا ہے اور فراء نے قرب کا لحاظ کر کے ایک مخرج بیان کیا ہے، دوسرے یہ کہ (ن) میں غتہ ہے اور (ر) میں نکمر۔ و، ب، م، جہر، استفال اور انفتاح میں مشترک اور (و) کے ادا کرتے وقت شفتین میں کسی قدر انفتاح رہتا ہے، اس وجہ سے اپنے مجانسوں سے ممتاز ہو جاتا ہے گویا اس میں بھی تمایز بالمخرج ہے اور (ب) میں شدت اور قلقلہ اور (م) میں توسط اور غتہ ممیزہ ہے اور ض، ظ میں جہر، رخاوت، استعلاء اور اطباق ہے اور (ض) میں استظالہ ہے اور ممیز مخرج ہے مگر اشتراک صفاتِ ذاتیہ کی وجہ سے فرق کرنا اور ایک دوسرے سے ممتاز کرنا ماہرین کا کام ہے اور ماہر کے فرق کو بھی ماہر ہی خوب سمجھتا ہے۔

۱۔ یعنی مخرف ہونا پھرنا صفاتِ لازمہ میں سے یہ بھی ایک صفت ہے جو لام، را دونوں میں پائی جاتی ہے اس طرح کہ لام کے ادا کرتے وقت آواز را کے مخرج کی طرف پھرتی ہے اور را کے ادا کرتے وقت آواز لام کے مخرج کی طرف پھرتی ہے کیونکہ تحقیق یہی ہے کہ ہر حرف کا مخرج جدا گانہ ہے، لیکن فراء نے بوجہ شدتِ قرب دونوں کا ایک ہی مخرج بیان کیا ہے۔

۲۔ فائدہ: حرفِ ضادِ ضعیف کو ابنِ الجاجب رحمۃ اللہ علیہ نے جو کہ امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، شافیہ میں حروفِ مستجنہ سے لکھا ہے اور امام رضی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: "قَالَ السَّيْرَافِيُّ إِنَّهَا فِي لُغَةِ قَوْمٍ لَيْسَ فِي لُغَتِهِمْ ضَادٌّ فَإِذَا اخْتَسَجُوا إِلَى التَّكْلُمِ بِهَا فِي الْعَرَبِيَّةِ اغْتَصَصَتْ عَلَيْهِمْ قُرْبَمَا أَخْرَجُوهَا ظَاءً لِأَخْرَاجِهِمْ إِيَّاهَا مِنْ طَرَفِ اللِّسَانِ وَأَطْرَافِ الشَّيْبَانِ وَرُبَّمَا تَكَلَّفُوا إِخْرَاجَهَا مِنْ مَخْرَجِ الضَّادِ فَلَمْ يَتَأَنَّ لَهُمْ فَخَرَجَتْ بَيْنَ الضَّادِ وَالظَّاءِ" شافیہ اور اس کی شرح سے بعض متاخرین نیز روافض وغیر مقلدین کی تردید ہوگئی جو کہ قائل ہیں کہ ظا و ضداد میں اشتراک صفاتِ ذاتیہ کی وجہ سے حرفِ ضادِ ضعیف: ظا کے مسوم ہوتا ہے بلکہ ان میں فرق کرنا نہایت دشوار ہے، لہذا اگر ضداد کی جگہ ظا پڑھی جائے تو کچھ حرج نہیں کیونکہ اشتراک کو تشابہ لازم نہیں اس واسطے کہ جیم اور دال بھی جمیع صفات میں مشترک ہیں مگر مخالف مخرج کی وجہ سے دونوں کی صوت میں بالکل تباہی ہے اصلاً تشابہ نہیں اور ضداد، ظا میں مخالف مخرج موجود ہے مگر چونکہ مخرجِ ضاد کا اکثر =

== حانہ لسان مع اضراس اور مخرجِ ظا کا طرفِ لسان مع طرفِ ثنایا علیا ہے اور پھر ان دونوں حرفوں میں استعلاء، اطباق ہے اس وجہ سے ان میں تقارب ہو گیا پھر صفتِ رخاوت کی وجہ سے ان میں تشابہ صوتی پیدا ہو گیا، یہ وجہ ہے تشابہ کی، بخلاف جیم اور دال کے کہ ان میں یہ وجہ نہیں، اب تشابہ ضاد، ظا میں ثابت ہو گیا مگر ایسا تشابہ کہ حرفِ ضاد قریب حرفِ ظا کے مسومع ہو اس طرح کا تشابہ ممنوع ہے اسی کو ابنِ حاجب اور رضی رحمۃ اللہ علیہما نے مستحسن لکھا ہے کیونکہ باعثِ تشابہ صفتِ رخوت ہے اور یہ صفت ضاد میں بہ نسبت ظا کے ضعیف ہو گئی ہے اس واسطے کہ ضاد میں صفتِ اطباق کی بہ نسبت ظا کے قوی ہے اور لامحالہ جتنی صفتِ اطباق قوی ہوگی اتنی ہی صفتِ رخاوت میں ضعیف پیدا ہوگا کیونکہ اطباقِ محکم منافیِ رخاوت ہے دوسری وجہ ضعیفِ رخاوت یہ ہے کہ ضاد کا مخرجِ بحرئی صوت و ہوا سے ایک کنارے واقع ہوا ہے، بخلاف مخرجِ ظا کے کہ وہ محاذات میں واقع ہے اسی وجہ سے ظا میں رخاوت قوی ہے اور جب رخاوت قوی ہوئی تو لامحالہ اطباق ضعیف ہوگا، ماحصل یہ کہ جب ضاد کو اپنے مخرج سے مع جمیع صفات ادا کیا جائے گا تو اس وقت اس کی صوتِ اہلِ عرب کی ضاد کی صوت سے جو آج کل مروّج ہے مشابہ ہوگی اور ظا کے ساتھ بھی تشابہ ہوگا مگر کم درجہ میں، اس واسطے کہ ضاد میں اطباق و تنہیم بہ نسبت ظا کے زیادہ ہے کیونکہ رخاوت ظا کی بہ نسبت ضاد کے قوی ہے اور رخاوت و اطباق میں تقابل ہے، ایک قوی ہوگی دوسری ضعیف ہوگی۔ اب اگر ضاد میں صفتِ رخاوت زیادہ ہو جائے گی تو شبہ بظاہر ہو جائے گا۔ اور اسی کو صاحبِ شافیہ اور رضی رحمۃ اللہ علیہما نے مستحسن لکھا ہے اور اگر اطباق قوی ادا کیا جائے گا مع رخاوت کے تو ”أَشْبَهَ بِضَادٍ مُرَوِّجٍ بَيْنَ الْعَرَبِ“ ادا ہوگا اور کسی قدر ظا کے ساتھ بھی مشابہ ہوگا۔ بعض کتبِ تفسیر و تجوید میں جو ضاد، ظا کو تشابہِ الصوت لکھا ہے اس سے یہی مراد ہے نہ یہ کہ ظا مسومع ہو، اب تعارض بھی نہیں رہا۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ بعض قراءِ عجم اہلِ عرب کو کہتے ہیں کہ ضاد کی جگہ دالِ منضم پڑھتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ دالِ منضم کوئی حرف ہی نہیں، اس واسطے کہ دال کی صفتِ ذاتی استغفال، انفتاح اور مخرجِ طرفِ لسان اور ثنایا علیا کے جز ہے اور اہلِ عرب ضاد کو اپنے مخرجِ مع استعلاء و اطباق کے عموماً ادا کرتے ہیں اور ایک حرف دوسرے مخرجِ میانین سے ادا ہی نہیں ہوتا، اور جب صفاتِ ذاتیہ بھی بدل گئیں تو اسے دال نہیں کہہ سکتے اصل میں وہ ضاد ہے مگر صفتِ رخاوت جو قلت اور ضعف کے ساتھ اس میں پائی جاتی تھی وہ اکثر عرب سے شاید ادا نہ ہوتی ہو، غایۃ ما فی الباب یہ کہ خفی ہوگا اور ظا خالص پڑھنا اور دال خالص یا دال کو اپنے مخرج سے پڑ کر کے پڑھنا یہ لُحْنِ جلی ہے، کیونکہ پہلی صورت میں صرف ایک صفت جو کہ نہایت کمزور درجہ میں تھی اس کا ابدال یا انعدام ہوا ہے، باقی صورتوں میں ابدال حرف بہ حرفِ آخر لازم آتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

باب دوم

فصل اول: تفخیم اور ترتیق کے بیان میں

حروفِ مستعلیہ ہمیشہ ہر حال^۱ میں پُر پڑھے جائیں گے اور حروفِ مستقلہ سب باریک پڑھے جاتے ہیں، مگر الف اور اللہ کا لام اور را کہیں باریک اور کہیں پُر ہوتے ہیں، الف سے پہلے پُر حرف ہوگا تو الف بھی پُر ہوگا اور اس سے پہلے کا حرف باریک ہوگا تو الف بھی باریک ہوگا اور اللہ کے لام سے پہلے زبر ہو یا پیش ہو تو پُر ہوگا، مثل: وَاللّٰهُ، اللّٰهُ، رَفَعَهُ اللّٰهُ اگر اس سے پہلے زیر ہو تو باریک ہوگا، مثل: لِلّٰهِ را متحرک ہوگی یا ساکن، اگر متحرک ہے تو فتح اور ضمہ کی حالت میں پُر ہوگی اور کسرہ کی حالت میں باریک، مثل: رَعْدٌ، رُذْفُوا، رِذْفًا اور اگر راء ساکن ہے تو اس کا ماقبل متحرک ہوگا یا ساکن، اگر ماقبل متحرک ہے تو فتح اور ضمہ کی حالت میں پُر ہوگی اور کسرہ کی حالت میں باریک ہوگی، مثل: يُرْزِقُونَ، بَرَقٌ، شِرْعَةٌ مگر جب راء ساکن کے ماقبل کسرہ دوسرے کلمہ میں ہو، مثل: رَبِّ اَرْجِعُونِ یا کسرہ عارضی ہو، مثل: اَمْ اَرْتَابُوا، اِنْ اَرْتَبْتُمْ یا راء ساکن کے بعد حرفِ استعلاء کا اسی کلمہ میں ہو جس کلمہ میں (ر) ہے تو یہ (ر) باریک نہ ہوگی بلکہ پُر ہوگی۔

۱۔ یعنی حرفِ مستعلیہ کسی حرفِ مرتق کے اثر سے بھی باریک نہیں ہوتا جیسے: وَسَيْقٌ بخلاف حرفِ مستقلہ، مثل: را وغیرہ کے جیسے: فِرْقَةٌ کہ باوجود مستقلہ اور ماقبل کسرہ لازمہ کے محض حرفِ مخم کے اثر سے را پُر ہوگی۔

۲۔ یعنی حرفِ مستعلیہ کسی حرکت کے اثر سے بھی باریک نہیں ہوتا، مثل: ظَلُّ وغیرہ کے، بخلاف حرفِ مستقلہ، مثل: لام وغیرہ کے، جیسے: اللّٰهُمَّ اور رَبِّ، رَبُّمَا کہ زبر اور پیش کے اثر سے پُر ہو گیا۔

۳۔ یعنی لفظ اللہ کے دونوں لام پُر ہوں گے اور ماقبل زیر ہو تو دونوں لام باریک ہوں گے۔

مثل: قِرطَاسٌ، فِرْقَةٌ اور فِرْقٍ میں خلف ہے، اور اگر راء موقوفہ بالا ساکن یا بالاشتماء کے ماقبل سوائے (ی) کے اور کوئی حرف ساکن ہو تو اس کا ماقبل دیکھا جائے گا، اگر مفتوح یا مضموم ہے تو (ر) پڑ ہوگی، مثل: قَدْرٌ، اُمُورٌ اور اگر مکسور ہے تو (ر) باریک ہوگی، مثل: حِصْرٌ کے۔ اگر ساکن (ی) ہو تو باریک ہوگی، جیسے: خَيْسِرٌ، ضَيْسِرٌ، خَيْبِرٌ، قَدَيْبِرٌ، راء مرامہ یعنی موقوفہ بالروم اپنی حرکت کے موافق پڑھی جائے گی اور راء ممالہ باریک ہی پڑھی جائے گی، مثل: مَجْرِبُهَا۔

۱۔ یعنی کُلُّ فِرْقٍ میں پُر اور باریک دونوں جائز ہیں خلف کا اطباق دو متضاد وجہوں پر ہوتا ہے، پس اگر یہ دو وجہیں تمام قراء سے ثابت ہوں تو خلف جائز ہے ورنہ خلف واجب، لیکن خلف جائز میں دونوں وجہیں بسبیل تخییر ہوتی ہیں۔ یہ بات خلف واجب میں نہیں ہے، یہاں لفظ فِرْقٍ میں خلف جائز ہے اس میں خلف جائز ہونے کی وجہ علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں ع

وَالْخُلْفُ فِي فِرْقٍ لِكَسْرِ يُوْجِدُ

یعنی کسرہ کی وجہ سے فِرْقٍ میں خلف پایا گیا ورنہ اگر راء ساکن بین الکسرتین واقع نہ ہوتی تو پُر ہونے کے بارے میں اختلاف نہ ہوتا۔ جیسے فِرْقَةٌ، لیکن کُلُّ فِرْقٍ کے قاف کا کسرہ بوجہ وقف زائل ہو جائے جب بھی دونوں وجہیں جائز ہیں، چاہے پُر پڑھی جائے یا باریک، اس لیے کہ کسرہ لازمی ہے اور وقف عارضی ہے۔

۲۔ یعنی موقوف علیہ مضموم کو ساکن کر کے ہونٹوں سے ضمتہ کی طرف اشارہ کرنا۔

۳۔ یعنی موقوف علیہ مضموم اور مکسور کی حرکت کو ضعیف اور خفیف کرنا مگر اس صورت میں حرکت کو قریب سننے والا صاف محسوس کر سکے یعنی حرکت مہمل نہ ہونے پائے جس سے ضمتہ کسرہ کے مشابہہ یا کسرہ ضمتہ کے مشابہہ ہو جائے، یہ سخت غلطی ہے۔ اکثر خیال نہ کرنے سے یہ غلطی ہو جاتی ہے۔

۴۔ یعنی جس را میں امالہ کیا جائے، امالہ کے وقت زبر زیر کی طرف اور الف یا کی طرف مائل ہوگا، اسی زیر اور یا کے اثر سے راء ممالہ باریک ہوگی۔

فائدہ: راءِ مشدّد حکم میں ایک را کے ہوتی ہے جیسی حرکت ہوگی اس کے موافق پڑھی جائے گی پہلی دوسری کے تابع ہوگی۔^۱

فائدہ: حروفِ مضمومہ میں تفضیم ایسی افراط سے نہ کی جائے کہ وہ حرفِ مشدّد سنائی دے یا کسرہ مشابہ فتح کے یا فتح مشابہ ضمّہ کے یا مضمّم حرف کے بعد الف ہے تو وہ (و) کی طرح ہو جائے، تفضیم میں مراتب ہیں۔ حرفِ مضمّم مفتوح جس کے بعد الف ہو تو اس کی تفضیم اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے، مثل: طَالَ اس کے بعد مفتوح جو الف کے قبل نہ ہو، مثل: انْطَلَقُوا اس کے بعد مضموم، مثل: مُحِيطُ اس کے بعد مسور، مثل: ظِلٌّ، قِرْطَاسٍ اور ساکن مضمّم ماقبل کی حرکت کے تابع ہے، مثل: يَقْطَعُونَ، يُرْزَقُونَ، مِرْصَادًا اب معلوم ہوا کہ حرفِ مضمّم کے فتح کو مانند ضمّہ کے اور اس کے مابعد کے الف کو مانند (و) کے پڑھنا بالکل خلافِ اصل ہے۔ ایسا ہی حرفِ مرّق کے فتح کو اس قدر مرّق کرنا کہ مانند ”امالہ صغریٰ“ کے ہو جائے یہ خلافِ قاعدہ ہے، یہ افراط و تفریط کلامِ عرب میں نہیں ہے، یہ اہلِ عجم کا طریقہ ہے۔

فصل ثانی: نون ساکن اور تنوین کے بیان میں

نون ساکن اور تنوین کے چار حال ہیں۔ (۱) اظہار (۲) ادغام (۳) قلب (۴) اخفاء۔ حرفِ حلقی نون ساکن اور تنوین کے بعد آئے تو اظہار ہوگا، مثل: يَنْعُقُ، عَذَابٌ أَلِيمٌ اور

۱۔ یہ حکم وصل کا ہے اور بحالتِ وقف دوسری پہلی کے تابع ہے جب کہ روم نہ کیا جائے، جیسے: مُسْتَقْبِرٍ اس لیے کہ روم بوجہ اظہار حرکت حکم وصل کا رکھتا ہے۔

۲۔ لفظ مَجْرُبْہَا میں جو امالہ ہوتا ہے اس کو ”امالہ کبریٰ“ کہتے ہیں اور امالہ کی ضد کو ”فتح“ کہتے ہیں پس فتح کو امالہ کی طرف مائل کرنے کو ”امالہ صغریٰ“ کہتے ہیں لیکن روایتِ حفص رضی اللہ عنہ میں ”امالہ صغریٰ“ نہیں ہے۔

۳۔ اظہار کے معنی ہیں حرف کو مخرج اور جملہ صفات لازمہ سے ادا کرنا۔

جب نون اور تنوین کے بعد یَوْمَلُونَ کے حروف میں سے کوئی حرف آئے تو ادغام ہوگا مگر (ل، ر) میں ادغام بلاغتہ ہوگا اور ادغام بالغتہ بھی نون ساکن اور تنوین میں ثابت ہے، مگر نون ساکن میں یہ شرط ہے کہ مقطوع^۳ یعنی مرسوم ہو اور اگر موصول ہے یعنی مرسوم نہیں ہے تو غتہ جائز نہیں باقی حروف میں بالغتہ ہوگا، مثل: مَنْ يَقُولُ، مِنْ وَالٍ، هُدًى لِلْمُتَّقِينَ، مِنْ رَبِّهِمْ چار لفظ یعنی: دُنْيَا، قُبُورًا، بُنْيَانًا، صِنُونًا ان میں ادغام نہ ہوگا اظہار ہوگا۔ اور جب نون ساکن اور تنوین کے بعد (ب) آئے تو نون ساکن اور تنوین کو میم سے بدل^۴ کر اخفاء مع الغتہ کریں گے، مثل: مِنْ بَعْدِ، صُمْ بَكُمْ باقی پندرہ حرفوں میں اخفاء مع الغتہ ہوگا، مثل: تُنْفِقُونَ، اُنْدَادًا وغیرہ کے۔

فصل ثالث: میم ساکن کے بیان میں

میم ساکن کے تین حال ہیں: (۱) ادغام (۲) اخفاء (۳) اظہار۔

۱۔ ادغام کے معنی پہلے حرف ساکن کو دوسرے حرف متحرک میں ملا کر مشدد پڑھنا۔
 ۲۔ مثل: مِنْ لُدْنًا وغیرہ کے اس کتاب میں روایت حفص رضی اللہ عنہ کے مسائل بطریق طیبہ بیان کیے گئے ہیں جو طریق شاطبی رضی اللہ عنہ کو بھی شامل ہے، اس وجہ سے پہلے طریق شاطبی رضی اللہ عنہ کے مسائل بیان کیے گئے اس کے بعد لفظ ”بھی“ سے دوسرے طریق جزری رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا: وَقَسَّ عَلَيَّ هَذَا مَا بَعْدَهَا۔

۳۔ یعنی لام سے پہلے نون لکھا ہو، جیسے: سورہ ہود میں ثانی: اَنْ لَا تَعْبُدُوا اِلَّا اللّٰهَ۔

جیسے: سورہ ہود میں پہلا: اَنْ لَا تَعْبُدُوا اِلَّا اللّٰهَ۔

۴۔ اس قاعدہ کو ”قلب“ یا ”اقلاب“ کہتے ہیں۔

۵۔ یعنی نہ ایسا اظہار ذات ہو کہ نون سنائی دے اور نہ ایسا ادغام ہو کہ تشدید سنائی دے بلکہ دونوں کی درمیانی حالت سے اس طرح ادا کیا جائے کہ ستر ذات کامل ہو البتہ میم مخفا اپنے مخرج سے ضعیف ادا ہوگی اسی وجہ سے اس کے اخفاء میں ستر ذات کامل نہیں ہوتا۔

میم ساکن کے بعد دوسری میم آئے تو ادغام ہوگا، مثل: اَمْ مَنْ اور اگر میم ساکن کے بعد (ب) آئے تو اخفاء ہوگا اور اظہار بھی جائز ہے بشرطیکہ میم منقلب^۱ نون ساکن اور تنوین سے نہ ہو، مثل: وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ باقی حروف میں اظہار ہوگا، مثل: عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ، كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ کے۔

فائدہ: بوف^۲ کا قاعدہ جو مشہور ہے یعنی میم ساکن کے بعد (ب) آئے تو اخفاء ہوگا اور (و، ف) آئے تو اظہار اس طرح کیا جائے کہ میم کے سکون میں حرکت کی ہو آجائے، یہ اظہار بالکل بے اصل ہے بلکہ میم کا سکون بالکل تام ہونا چاہیے، حرکت کی ہو بھی نہ لگے۔

فصل رابع: حرفِ غنّہ کے بیان میں

نون میم مشدد ہو تو غنّہ ہوگا، ایسے ہی نون ساکن اور تنوین کے آگے سوائے حروفِ حلقی اور (ل، ر) کے جو حرف آئے گا غنّہ ہوگا، ایسے ہی میم ساکن کے بعد (ب) آئے تو اخفاء کی حالت میں غنّہ ہوگا، غنّہ کی مقدار ایک الف ہے۔

۱۔ یعنی میم نون سے بدل کر آئی ہو۔

۲۔ چونکہ میم ساکن کا اخفاء نزدیک با، واو، فاء کے زیادہ مشہور ہے اس لیے لفظ مرکب کر کے بوف کے ساتھ اطلاق ہوتا ہے اگرچہ نزدیک واو اور فا کے اخفاء جائز نہیں، جیسا کہ علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ع

وَاحْتَدُّ لَسَدًا وَاوٍ وَقَالَ أَنْ تَخْتَفِي

یعنی واو اور فا کے نزدیک میم ساکن آئے تو اخفاء کرنے سے بچو۔

۳۔ مثل: هُمْ فِيهَا کے میم ساکن پر حرکت آجانے سے لحنِ جلی لازم آئے گا اور اگر خفیف اور ضعیف حرکت ظاہر ہوئی جس کو ہوا کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے تو لحنِ خفی لازم آئے گا۔

فصل خامس: ہائے ضمیر کے بیان میں

ہائے ضمیر کے ماقبل کسرہ یا یائے ساکنہ ہو تو ہائے ضمیر کی مکسور ہوگی، مثل: بِهٖ، اِلَيْهِ کے مگردو جگہ مضموم ہوگی وَمَا اَنْسَيْنِيْهُ سُوْرَةُ كَهْفٍ میں، دوسرے عَلَيْهِ اللّٰهُ سُوْرَةُ فَتْحٍ میں، اور دو لفظ میں ساکن ہوگی ایک تو اَرْجِهٖ اور دوسرا فَاَلْقَهٗ، اور جب ضمیر کے ماقبل نہ کسرہ ہونہ یائے ساکنہ تو مضموم ہوگی، مثل: لَهُ، رَسُوْلُهُ، مِنْهُ، اَخَاهُ، رَايْتُمْوُهٗ۔ مگر وَيَتَّقِهٖ فَاُولٰٓئِكَ میں مکسور ہوگی اور جب ہائے ضمیر کے ماقبل اور مابعد متحرک ہو تو ضمیر کی حرکت اشباع کے ساتھ پڑھی جائے گی یعنی اگر ضمیر پر ضمّہ ہو تو اس کے مابعد واو ساکن زائد ہوگا، اگر ضمیر پر کسرہ ہے تو اسکے مابعد یائے ساکنہ زائد ہوگی، مثل: مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ، وَرَسُوْلُهُ اٰحَقُّ، مگر ایک جگہ اشباع نہ ہوگا، مثل: وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهٗ لَكُمْ اس کا ضمّہ غیر موصولہ پڑھا جائے گا، اور اگر ماقبل یا مابعد ساکن ہو تو اشباع نہ ہوگا، مثل: مِنْهٗ، وَيَعْلَمُهٗ الْكِتٰبُ، مگر فِيْهِ مَهَانًا جو سورہ فرقان میں ہے اس میں اشباع ہوگا۔

فصل سادس: ادغام کے بیان میں

ادغام تین قسم پر ہے: (۱) مثلین (۲) متقار بین (۳) متجانسین۔
اگر حرف مکرر میں ادغام ہوا ہے تو ادغام مثلین کہلائے گا، مثل: اِذْ ذٰهَبَ، اور اگر ادغام

یعنی پیش کو بقدر واؤ تہ اور زیر کو بقدر یائے تہ بڑھا کر پڑھنا پس اگر ہائے ضمیر میں اشباع کے بعد ہمزه پڑھا جائے تو مدّ منفصل کے قاعدے سے اس میں مدّ بھی ہوگا اگرچہ حرف تہ لکھا ہوا نہیں ہے۔

یعنی يَرْضَهٗ لَكُمْ میں صلہ اور اشباع نہ ہوگا۔

یہ تین قسمیں محل اور مخرج کے اعتبار سے ہیں۔

ایسے دو حرفوں میں ہوا ہے جن کا مخرج ایک گنا جاتا ہے تو اس ادغام کو ادغام متجانسین کہتے ہیں، مثل: وَقَالَتْ طَائِفَةٌ اور اگر ادغام ایسے دو حرفوں میں ہوا ہے کہ وہ دو حرف نہ مثلین ہیں نہ متجانسین تو ادغام متقاربین کہلائے گا، مثل: أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ۔

پھر ادغام متجانسین اور متقاربین دو قسم^۱ پر ہے: (۱) ناقص اور (۲) تام۔ اگر پہلے حرف کو دوسرے حرف سے بدل کر ادغام کیا ہے تو ادغام تام کہلائے گا، مثل: قُلْ رَبِّ اور قَالَتْ طَائِفَةٌ، عَمَّ اور اگر پہلے حرف کی کوئی صفت باقی ہے تو ادغام ناقص ہوگا، مثل: مَنْ يَقُولُ، مِنْ وَالٍ اور بَسَطْتُ، أَحَطْتُ کے۔ مثلین اور متجانسین کا پہلا حرف جب ساکن ہو تو ادغام واجب ہے، مثل: أَنْ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ، وَقَالَتْ طَائِفَةٌ، عَبَدْتُمْ، إِذْ ظَلَمْتُمْ، إِذْ ذَهَبَ، قَدْ تَبَيَّنَ، قَدْ دَخَلُوا، قُلْ رَبِّي، بَلْ رَفَعَهُ اور يَلْهَثُ ذَلِكَ، يُبْنَى ارْكَبْ مَعَنَا میں اظہار بھی ثابت ہے۔ اور جب دو واو یا دو یا جمع ہوں اور پہلا حرف مدہ ہو، مثل: قَالُوا وَهُمْ فِي يَوْمٍ تو ادغام نہ ہوگا، ایسے ہی حرف حلقی کسی حرف غیر حلقی میں، مثل: لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا اور اپنے مجالس میں مثل: فَاصْفَحْ عَنْهُمْ مُدْغَمٌ نہ ہوگا اور اپنے مماثل میں مُدْغَمٌ ہوگا، مثل: يُوَجِّهُهُ، مَالِيَهُ ○ هَلْكَ ایسے ہی لام کا ادغام نون میں نہ ہوگا، مثل: قُلْنَا۔

فائدہ: لام تعریف اگر ان چودہ حروف کے قبل آئے تو اظہار ہوگا اور چودہ حروف یہ ہیں: ابغ حَجَّكْ وخف عقيمه اور ان کو حروف قمریہ کہتے ہیں، جیسے: الْأَنْ، الْبُخْلُ، الْغُرُورُ، الْحَسَنَةُ، بِالْجُنُودِ، الْكُوثُرُ، الْوَأَقَعَةُ، الْخَائِبِينَ، الْفَائِزُونَ، الْعَلِيِّ، الْفَائِزِينَ، الْيَوْمَ، الْمُحْسَنَاتِ باقی چودہ حرفوں میں ادغام کیا جائے گا، جن کو حروف شمسیہ کہتے ہیں، جیسے: وَالصَّفَاتِ، وَالذَّرِيَّتِ، الثَّقَابِ، الدَّاعِي، الثَّابِتُونَ، الزَّانِي، السَّالِكِينَ، الرَّحْمَنُ،

۱۔ یہ دو قسمیں کیفیت ادغام کے اعتبار سے ہیں۔

۲۔ ادغام کی علت رفع ثقل ہے لیکن جب کہیں ادغام سے ثقل ہوتا ہے تو پھر ادغام نہیں ہوتا۔

الشَّمْسُ، وَلَا الضَّالِّينَ، الطَّارِقُ، الظَّالِمِينَ، اللَّهُ، النَّجْمُ.

فائدہ: نون ساکن اور تنوین کا ادغام (ی) اور (و) میں اور (ط) کا ادغام (ت) میں ناقص ہوگا اور اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ میں ادغام ناقص بھی جائز ہے مگر ادغام تام اولیٰ ہے اور نَ وَالْقَلَمِ اور یسَ وَالْقُرْآنِ میں اظہار ہوگا اور ادغام بھی ثابت ہے۔

فائدہ: عَوَجًا قِيمًا سورہ کہف میں، مَنْ رَاقِ سورہ قیامہ میں اور بَلَىٰ نَارًا سورہ مطففین میں اظہار ہوگا سکتے کی وجہ سے۔ ایک جگہ حفص رضی اللہ عنہ کی روایت میں اور بھی سکتے ہے یعنی مِنْ مَّرْقَدِنَا هَذَا سورہ یسین میں، اور چونکہ سکتے ایک لحاظ سے حکم وقف کا رکھتا ہے اس وجہ سے عَوَجًا کی تنوین کو الف سے بدل دیا جائے اور حفص رضی اللہ عنہ کی روایت میں ترک سکتے بھی ان مواضع میں ثابت ہے تو اس وقت موضع اول میں اخفاء ہوگا اور ثانیین میں ادغام ہوگا۔ فائدہ: مشدد حروف میں دیر دو حروف کی ہوتی ہے۔

فائدہ: جب دو حرف مثلیں غیر مدغم ہوں تو ہر ایک کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہیے، مثل: اَعْيُنِنَا، سُرِّكُمْ، يُحْيِ، ذَاوُدُ۔ ایسا ہی متقاربین متصل ہوں یا قریب قریب ہوں اور ادغام نہ کیا جائے تو بھی خوب ہر ایک کو صاف پڑھنا چاہیے، مثل: قَدْ جَاءَ، قَدْ ضَلُّوا، اذْتَقُولُ، اذْزَيْنَ۔ ایسا ہی جب دو حرف ضعیف جمع ہوں، مثل: جِبَاهُهُمْ یا قوی حرف کے قریب ضعیف حرف ہو، مثل: اِهْدِنَا یا دو حرف مفترق متصل یا قریب ہوں، مثل: مُضْطَرِّ،

۱۔ سکتے کے معنی ہیں بلا سانس توڑے ہوئے آواز بند کر کے تھوڑا ٹھہرنا۔

۲۔ یعنی متحرک کو ساکن کرنا اور دو زبر کی تنوین کو الف سے بدلنا۔

۳۔ یعنی علامہ جزری رضی اللہ عنہ کے دوسرے طریق سے بروایت حفص رضی اللہ عنہ ان مواضع میں ترک سکتے بھی ہے اور پہلا طریق جو طریق شاطبی رضی اللہ عنہ کے موافق ہے اس سے انہیں مواضع اربعہ میں سکتے واجب ہے ان کے علاوہ روایت حفص رضی اللہ عنہ سے سکتے معنوی کہیں نہیں ثابت۔

صَلِّصَالٍ يَادُوحْرَفٍ مَشْدَقْرِيْبٍ يَامْتَصِلٍ هُوْنَ، مَثَلٌ: ذُرِّيَّتَهُ، مُطَهَّرِيْنَ، مِنْ مَنِيٍّ يُمْنِيٍّ، لُجَجِيٍّ يَغْشَهُ، وَعَلَى أُمِّمٍ مَمَّنْ مَعَكَ أَيَا هِيَ دُوحْرَفٌ تَشَابَهَ الصَّوْتِ جَمْعٌ هُوْنَ، مَثَلٌ: ص، س يَاط، ت يَاض، ظ، ذ يَاق، ك تُو هَرَايِكُ كُو مَمْتَازُ كُرْ كِي پُزْهِنَا چَا هِيْے اُوْر جُو صَفْتِ جَس كِي هِيْے اِس كُو پُوْرے طُوْر سے ادا كِرْنَا چَا هِيْے۔

فصل سابع: ہمزہ کے بیان میں

جب دو ہمزہ متحرک جمع ہوں اور دونوں ”قطعاً“ ہوں تو تحقیق سے یعنی خوب صاف طور سے پڑھنا چاہیے مگر ءِ اَعْجَمِيٍّ جو سورہ حم سجدہ میں ہے، اس کے دوسرے ہمزہ میں تسہیل^۱ ہوگی۔ اور اگر پہلا ہمزہ استفہام کا ہے اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح ہے تو جائز ہے دوسرے ہمزہ میں تسہیل اور ابدال مگر ابدال اولیٰ ہے اور یہ چھ جگہ ہے: اَلثَّنَّ سُوْرَةُ يُوْنُسَ میں دو جگہ، ءِ اَلذُّكْرَيْنِ سُوْرَةُ اِنْعَامٍ میں دو جگہ، اَللَّهُ دُو جگہ ہے اِيَكِ سُوْرَةُ يُوْنُسَ میں دوسرا سورہ نمل میں ہے۔ اور جب پہلا ہمزہ استفہام کا ہو اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح نہ ہو تو یہ دوسرا ہمزہ حذف کیا جائے گا، مَثَلٌ: اَفْتَرَى عَلَيَّ اَللَّهُ، اَصْطَفَى اَلْبَنَاتِ، اَسْتَكْبَرَتْ اور فتح کی حالت میں جو حذف نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں التباس^۲ انشاء کا خبر کے ساتھ ہو جائے گا۔ اور چونکہ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوتا ہے اس وجہ سے اس میں تغیر کیا جاتا ہے، اسی وجہ سے ابدال اولیٰ ہے کیونکہ اس میں تغیر تام ہے بخلاف تسہیل کے۔ اور

۱۔ جس کو ہمزہ وصلی بھی کہتے ہیں یہ ہمزہ وصل میں حذف نہیں ہوتا، پس جو ہمزہ وصل میں حذف ہو جائے اس کو ”وصلی“ اور ”عارضی“ بھی کہتے ہیں۔

۲۔ یعنی دوسرے ہمزہ کو اس سہولت سے ادا کرنا کہ نہ ضبط ہو اور نہ الف بلکہ درمیانی حالت سے ادا کیا جائے۔
۳۔ یعنی حذف کرنے سے یہ پتہ نہ چلے گا کہ ہمزہ موجودہ وصلی ہے یا وصلی، کیونکہ دونوں مفتوح تھے۔

جب دو ہمزہ جمع ہوں اور پہلا متحرک دوسرا ساکن ہو تو واجب ہے ہمزہ ساکن کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے موافق حرف سے بدلنا، مثل: اِهْنُوا، اِيْمَانًا، اُوْتِمِنَ، اِيْتِ، اور جب پہلا ہمزہ وصلی ہو تو ابتداء کی حالت میں ہمزہ ساکنہ بدلا جائے گا، اور جب ہمزہ وصلی گر جائے گا تب ابدال نہ ہوگا مثل: اَلَّذِي اُوْتِمِنَ، فِي السَّمَوَاتِ اَتُوْنِي، فِرْعَوْنُ اَتُوْنِي، ہمزہ وصلی کے ماقبل جب کوئی کلمہ بڑھایا جائے گا تو یہ ہمزہ حذف کیا جائے گا اور ثابت رکھنا درست نہیں، البتہ ابتداء میں ثابت رہتا ہے۔ اگر لام تعریف کا ہمزہ ہے تو مفتوح ہوگا اور اگر کسی اسم کا ہمزہ ہے تو مکسور ہوگا اور اگر فعل کا ہے تو تیسرے حرف کا ضمہ اگر اصلی ہے تو ہمزہ بھی مضموم ہوگا ورنہ مکسور، مثل: اَلَّذِيْنَ، اِسْمِ، اِبْنِ، اِنْتِقَامِ، اُجْتَسَتْ، اِضْرِبْ، اِنْفَجَرَتْ، اِفْتَحْ اور اَمْسُوا، اِنْفُوا، اِنْتُوا میں چونکہ ضمہ عارضی ہے اس وجہ سے ہمزہ مضموم نہ ہوگا بلکہ مکسور ہوگا۔

فائدہ: ہمزہ (ع) کے ساتھ یا (ح) کے ساتھ یا حرف مدہ (ع) یا (ح) کے ساتھ جمع ہوں ایسا ہی (ع، ہ) ایک ساتھ آئیں یا (ع، ح، ہ) ایک ساتھ آئیں یا (ع، ح، ہ) مکرر آئیں یا مشدّد ہوں تو ہر ایک کو خوب صاف طور سے ادا کرنا چاہیے، مثل: اِنَّ اللّٰهَ عٰهَدٌ، فَمَنْ رُحِرِحَ عَنِ النَّارِ، فَاَعْلِيْنَ، يَدْعُوْنَ، دَعَا، سَبَّحَهُ، عَلٰى اَعْقَابِكُمْ، اَحْسَنَ الْقَصَصِ، عَلٰى عَقِيْبِهِ، اَعُوْذُ، عَهْدٌ، عَاهَدٌ، عَالَمِيْنَ، طُبِعَ، عَلٰى سَاحِرٍ، سَحَارٍ، لَا جُنَاحَ عَلٰيْكُمْ، مَبْعُوْتُوْنَ، يَنْوُحُ اَهْبِطُ، وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ، لَفِيْ عِلِّيْنَ، جِبَاهُهُمْ۔

فائدہ: ہمزہ متحرک یا ساکن جہاں ہو اس کو خوب صاف طور سے پڑھنا چاہیے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہمزہ الف سے بدل جاتا ہے یا حذف ہو جاتا ہے یا صاف طور سے نہیں نکلتا، خصوصاً جہاں دو ہمزہ ہوں وہاں زیادہ خیال رکھنا چاہیے کہ دونوں ہمزہ خوب صاف ادا ہوں، مثل: اَعَانَدْرُتْهُمْ۔

فائدہ: حرف ساکن کے بعد جب ہمزہ آئے تو اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ ساکن کا سکون تام ادا ہو اور ہمزہ خوب صاف ادا ہو، ایسا نہ ہو کہ ہمزہ حذف ہو جائے اور اس کی حرکت سے ما قبل کا ساکن متحرک ہو جائے جیسا کہ اکثر خیال نہ کرنے سے ایسا ہو جاتا ہے بلکہ وہ ساکن کبھی مشدد بھی ہو جاتا ہے، مثل: قَدْ أَفْلَحَ، إِنَّ الْإِنْسَانَ، اسی وجہ سے حفص رضی اللہ عنہ کے بعض طُرُق میں ساکن پر سکتہ کیا جاتا ہے تاکہ ہمزہ صاف ادا ہو، خواہ وہ ساکن اور ہمزہ ایک کلمہ میں ہوں یا دو کلمہ میں ہوں۔

فصل ثامن: حرکات کی ادا کے بیان میں

فتحہ ساتھ انفتاحِ فم اور صوت کے اور کسرہ ساتھ انخفاضِ فم اور صوت کے اور ضمّہ ساتھ انضمامِ شفتین کے ظاہر ہوتا ہے، ورنہ اگر فتحہ میں کچھ انخفاض ہو تو فتحہ مشابہ کسرہ کے ہو جائے گا اور اگر کچھ انضمام ہو گیا تو فتحہ مشابہ ضمّہ کے ہو جائے گا، ایسا ہی کسرہ میں اگر کامل انخفاض نہ ہوگا تو مشابہ فتحہ کے ہو جائے گا بشرطیکہ انفتاح ہو گیا ہو، اور اگر کچھ انضمام پایا گیا تو کسرہ مشابہ ضمّہ کے ہو جائے گا، اور ضمّہ میں اگر انضمام کامل نہ ہو تو ضمّہ مشابہ کسرہ کے ہو جائے گا بشرطیکہ کسی قدر انخفاض ہو گیا ہو اور اگر کسی قدر انفتاح پایا گیا تو فتحہ کے مشابہ ہو جائے گا۔

۱۔ اس لیے کہ لا پرواہی کی وجہ سے حرف ساکن کے بعد آنے سے ہمزہ حذف ہو جاتا ہے یا غفلت کی وجہ سے ہمزہ ساکن کا حرف مدہ سے ابدال ہو جاتا ہے یا حرف متحرک کے بعد بوجہ تساہلی ہمزہ میں تسہیل ہو جاتی ہے، اس وجہ سے خصوصیت کے ساتھ ان کو بیان فرمایا۔

۲۔ اگرچہ معمول بہا نہیں ہے لیکن سکتہ کی غرض یہی ہے جو کتاب میں مذکور ہے کیونکہ حرف ساکن کے بعد ہمزہ میں تھا ہو جاتا ہے جیسا کہ علامہ دانی رضی اللہ عنہ نے سکتہ کی وجہ ”بَيَانًا لِلْهَمْزَةِ لِخَفَائِهَا“ بیان فرمائی ہے، ایسے سکتہ کو ”سکتہ لفظی“ کہتے ہیں یہ سکتہ وصل کے حکم میں ہے اور بروایت حفص ضعیف ہے۔

فائدہ: فتح جس کے بعد الف نہ ہو اور ضمہ جس کے بعد واؤ ساکن، اور کسرہ جس کے بعد یائے ساکن نہ ہو، ان حرکات کو اشباع سے بچانا چاہیے ورنہ یہی حروف پیدا ہو جائیں گے۔ ایسا ہی ضمہ کے بعد جب واؤ مشدّد ہو اور کسرہ کے بعد یائے مشدّد ہو، مثل: عَدُوٌّ، سَوِيًّا، لُجِيًّا اس وقت بھی اشباع سے احتراز نہایت ضروری ہے، خصوصاً وقف میں زیادہ خیال رکھنا چاہیے ورنہ مشدّد مخفّف ہو جائے گا۔

فائدہ: جب فتح کے بعد الف اور ضمہ کے بعد واؤ ساکن غیر مشدّد، اور کسرہ کے بعد یائے ساکن غیر مشدّد ہو تو اس وقت ان حرکات کو اشباع سے ضرور پڑھنا چاہیے ورنہ یہ حرف ادا نہ ہوں گے خصوصاً جب کئی حرف مدّہ قریب قریب جمع ہوں تو زیادہ خیال رکھنا چاہیے کیونکہ اکثر خیال نہ کرنے سے کہیں اشباع ہوتا ہے اور کہیں نہیں۔

فائدہ: مَجْرِبَهَا جو سورہ ہود میں ہے اصل میں لفظ مَجْرِبَهَا ہے یعنی (را) مفتوح ہے اور اس کے بعد الف ہے، اس جگہ چونکہ ”امالہ“ ہے اس وجہ سے فتح خالص اور الف خالص نہ پڑھا جائے گا اور کسرہ اور نہ یائے خالص پڑھی جائے گی بلکہ فتح کسرہ کی طرف اور الف یسا کی طرف مائل کر کے پڑھا جائے گا جس سے فتح کسرہ مجہول کے مانند ہو جائے گا اور اس کے بعد یائے مجہول ہوگی، اور اس کے سوا اور کہیں امالہ نہیں ہے۔

فائدہ: کسرہ اور ضمہ کلام عرب میں مجہول نہیں بلکہ معروف ہیں، اور ادا کی صورت یہ ہے کہ کسرہ میں انخفاضِ کامل کے ساتھ آواز کسرہ کی باریک نکلے اور ضمہ میں انضمامِ شفتین کے ساتھ ضمہ کی آواز باریک نکلے۔

۱۔ اس لیے کہ تشدید نہ ادا ہونے سے لُحْن جلی لازم آئے گا جو حرام ہے۔

۲۔ جیسے: وَتَبُّ سے وَتَبْ وغیرہ۔ اکثر لوگوں سے یہ غلطی ہو جاتی ہے اور احساس نہیں ہوتا، اس قسم کی غلطی سے لُحْن جلی لازم آئے گا۔

۳۔ اس لیے کہ حرف مدّہ نہ ادا ہونے سے لُحْن جلی ہوگا۔

فائدہ: حرکات کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ مشابہ سکون کے ہو جائیں، ایسا ہی سکون کامل کرنا چاہیے تاکہ مشابہ حرکت کے نہ ہو جائے۔ اور اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ ساکن حرف کی صوت مخرج میں بند ہو جائے اور اس کے بعد ہی دوسرا حرف نکلے اور اگر دوسرے حرف کے ظاہر ہونے سے پہلے مخرج میں جنبش ہوگئی تو لامحالہ یہ سکون حرکت کے مشابہ ہو جائے گا، البتہ حروف قلقلہ اور کاف اور تا کے مخرج میں جنبش ہوتی ہے، فرق اتنا ہے کہ حروف قلقلہ میں جنبش سختی کے ساتھ ہوتی ہے اور کاف اور تا میں نہایت نرمی کے ساتھ جنبش ہوتی ہے۔

فائدہ: (ك) اور (ت) میں جو جنبش ہوتی ہے اُس میں (ه) کی یا (س) یا (ث) کی بوجہ آنی چاہیے۔
باب سوم:

فصل اول: اجتماع ساکنین کے بیان میں

اجتماع ساکنین (یعنی دو ساکن کا اکٹھا ہونا) ایک ”علیٰ حدہ“ ہے دوسرا ”علیٰ غیر حدہ“۔
علیٰ حدہ اس کو کہتے ہیں کہ پہلا ساکن حرف مدہ ہو اور دونوں ساکن ایک کلمہ میں ہوں، مثل: دَابَّةٌ، اَلْسُنٌ اور یہ اجتماع ساکنین جائز ہے، اور اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ جائز نہیں، البتہ وقف میں جائز ہے۔ اور اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ اس کو کہتے ہیں کہ پہلا حرف ساکن مدہ نہ ہو یا دونوں ساکن ایک کلمہ میں نہ ہوں، اب اگر پہلا ساکن حرف مدہ ہے تو اس کو حذف کر دیں گے، مثل: وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ، عَلَيَّ أَنْ لَا تَعْدِلُوا طَاعِدِلُوا، وَقَالُوا السُّنْ،

لیکن ساکن حرف کی آواز مخرج میں اس طرح نہ بند ہو کہ سکتہ ہو جائے بلکہ سکون تام ادا کرنے کے بعد فوراً

فِي الْأَرْضِ، تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ، وَاسْتَبَقَا الْبَابَ، وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ، ذَاقَا الشَّجَرَةَ، أَلْغَرِ
 پہلا ساکن حرف مدہ نہ ہو تو اس کو حرکت کسرہ کی دی جائے گی، مثل: إِنْ ارْتَبْتُمْ، وَأَنْذِرِ
 النَّاسَ، مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ، بِسْمِ الْإِسْمِ الْفُسُوقِ، مگر جب پہلا ساکن میم جمع ہو
 تو ضمہ دیا جائے گا، مثل: عَلَيَكُمْ الصِّيَامُ، عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اور مِنْ جَوْحِفِ جِرْہے اس کے
 بعد جب کوئی حرف ساکن آئے گا تو نون مفتوح پڑھا جائے گا، جیسے: مِنَ اللَّهِ. ایسا ہی (م)
 اَلَمْ ○ اللّٰہ کی وصل میں مفتوح پڑھی جائے گی۔

فائدہ: بِسْمِ الْإِسْمِ الْفُسُوقِ جو سورہ حجرات میں ہے اس میں بِسْمِ کے بعد لام مکسور
 اس کے بعد سین ساکن ہے اور لام کے قبل اور بعد جو ہمزہ ہے وہ ہمزہ وصلی ہے، اس وجہ
 سے حذف کیے جائیں گے اور لام کا کسرہ بسبب اجتماع ساکنین کے ہے۔

فائدہ: کلمہ مُنَوْنَةٌ یعنی جس کلمہ کے اخیر حرف پر دو زبر یا دو زیر یا دو پیش ہوں تو وہاں پر
 ایک نون ساکن پڑھا جاتا ہے اور لکھا نہیں جاتا، اس نون کو نون تنوین کہتے ہیں، یہ
 تنوین وقف میں حذف کی جاتی ہے۔ مگر دو زبر ہوں تو اس تنوین کو الف سے بدلتے
 ہیں، جیسے: قَدِيرٌ، بِرَسُوْلٍ، بَصِيْرًا اور وصل میں جب اس کے بعد ہمزہ وصلی ہو تو
 ہمزہ وصلی حذف ہو جائے گا اور یہ تنوین بسبب اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کے کسور پڑھی
 جائے گی اور اکثر جگہ خلاف قیاس چھوٹا نون لکھ دیتے ہیں، مثل: بِزَيْنَةٍ اِلْكُوَا كِبِ،
 خَيْرًا اِلْوَصِيَّةِ، حَبِيْبَةٍ اِجْتُنْتُ، طُوِي ○ اِذْهَبْ).

فائدہ: تنوین سے ابتداء کرنا یا ڈھرانا درست نہیں۔

۱۔ اسی طرح تنوین پر وقف بھی کرنا جائز نہیں لیکن چونکہ لفظ كَسَائِنِ کی تنوین مصحف میں مرسوم ہے اس لیے اس
 نون تنوین پر وقف ثابت ہے۔ اس لفظ سے بروایت حفص بتیلید وقف کی حالت میں تنوین حذف کرنا جائز نہیں۔

فصلِ ثانی: مد کے بیان میں

مد کی دو قسمیں ہیں: (۱) اصلی اور (۲) فرعی۔

مدِ اصلی اس کو کہتے ہیں کہ حروفِ مدہ کے بعد نہ سکون ہو اور نہ ہمزہ ہو۔

مدِ فرعی اس کو کہتے ہیں کہ حروفِ مدہ کے بعد سکون یا ہمزہ ہو۔

اور یہ چار قسمیں ہیں: (۱) متصل (۲) منفصل (۳) لازم (۴) عارض۔

یعنی حرفِ مدہ کے بعد اگر ہمزہ آئے اور ایک کلمہ میں ہو تو اس کو مدِ متصل کہتے ہیں، اور اگر

ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو تو اس کو مدِ منفصل کہتے ہیں، مثل: جَاءَ، جَاءَتْ، سُوءٌ، فِي

أَنْفُسِكُمْ، قَالُوا آمَنَّا، مَا أَنْزَلَ حرفِ مد کے بعد جب سکون قفى ہو مثل: رَحِيمٌ،

تَعْلَمُونَ، تُكذِّبَانِ، کے تو اس کو مدِ عارض کہتے ہیں، اور اس میں طول، تو سطر، قصر تینوں جائز

ہیں۔ اور جب حرفِ مدہ کے بعد ایسا سکون ہو کہ کسی حالت میں حرفِ مدہ سے جدا نہ ہو سکے،

اس کو مدِ لازم کہتے ہیں، اور یہ چار قسم پر ہے، اس واسطے کہ اگر حرفِ مدہ حروفِ مقطعات میں

ہو تو حرنی کہتے ہیں ورنہ کلمی کہیں گے، پھر ہر ایک کلمی اور حرنی دو قسم پر ہے، مثقل، مخفف۔

اگر حرفِ مدہ کے بعد مشدّد حرف ہے تو مثقل کہیں گے اور اگر محض سکون ہے تو مخفف ہوگی،

مدِ لازم حرنی مثقل اور مدِ لازم حرنی مخفف کی مثال: الْم، الْر، الْمَر، كَهَيْلِ عَص، حَم

عَسَق، حَم، طَس، طَسَم، ن، ص، ق اور مدِ لازم کلمی مثقل کی مثال: ذَا بَةُ اور مدِ لازم

کلمی مخفف کی مثال: أَلْسُنْ اور جب (و) یا (ی) ساکن کے پہلے فتح ہو اور اسکے بعد ساکن

ہے یعنی وصلاً اور وقفاً دونوں حالتوں میں پڑھا جاتا ہو، جیسے أَلَمْ ذَلِكْ۔ لیکن جس وقت اجتماع ساکنین کی وجہ سے

پہلا سکون نہ پڑھا جائے گا تو حرکت عارض ہوگی اس سے سکون کا عارض سمجھنا غلطی ہے، جیسے أَلَمْ اللّٰه، اس میں

سکون لازم ہی کی وجہ سے میم کے یا میں طول اولیٰ ہے اور حرکت عارضی کا خیال کر کے قصر بھی جائز ہے۔

حرف ہو تو اسکو مدّ لین کہتے ہیں اور اس میں قصر، تو سٹ، طول تینوں جائز ہیں، اور عین مریم کھیلے عَص اور عین شوری حَمّ ۝ عَسَق میں قصر نہایت ضعیف ہے اور طول افضل اور اولیٰ ہے۔
فائدہ: سورہ آل عمران کا المّ ۝ اللّٰہ وصل کی حالت میں میم ساکن اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدّہ کی وجہ سے مفتوح پڑھی جائے گی اور اللّٰہ کا ہمزہ نہ پڑھا جائے گا۔ اور میم میں مدّ لازم ہے اس وجہ سے وصل میں طول اور قصر دونوں جائز ہیں۔

فائدہ: حرف مدّہ جب موقوف ہو تو اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ ایک الف سے زائد نہ ہو جائے دوسرے یہ کہ بعد حرف مدّہ کے ہا یا ہمزہ نہ زائد ہو جائے، مثل: قَالُوا، فِی، مَالًا۔ جیسا کہ اکثر خیال نہ کرنے سے ہو جاتا ہے۔

فصل ثالث: مقدار اور اوجہ مدّ کے بیان میں

مدّ عارض اور مدّ لین عارض میں تین وجہ ہیں: (۱) طول (۲) تو سٹ (۳) قصر۔
فرق اتنا ہے کہ مدّ عارض میں طول اولیٰ ہے، اس کے بعد تو سٹ، اس کے بعد قصر کا مرتبہ ہے۔
بخلاف مدّ لین عارض کے کہ اس میں پہلا مرتبہ قصر ہے، اس کے بعد تو سٹ کا، اس کے بعد طول کا۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ مقدار طول کی کیا ہے؟ طول کی مقدار تین الف ہے اور

۱۔ جس ادا کے ذریعہ مدّ کا اندازہ کیا جائے اس کو ”مقدار“ کہتے ہیں۔ مثلاً: طول کی مقدار کشش تین الف اور پانچ الف ہے پس اسی اندازہ کے ساتھ ادا کرنے کا نام مقدار ہے۔

۲۔ اوجہ جمع وجہ کی ہے، یہاں وجہ کا اطلاق طول پر، تو سٹ پر، قصر پر ہوگا اور تینوں کو وجہ یا اوجہ کہیں گے، قصر داخل فی الوجہ ہے لیکن مدّ فرعی سے خارج ہے اس لیے کہ قصر ترک مدّ کا نام ہے لیکن مقدار طبعی میں بلاشوت کمی بیشی کرنا حرام ہے، اور کیفیت مدّ دو ہیں طول اور تو سٹ۔ بلاشوت طول کی جگہ تو سٹ اور تو سٹ کی جگہ طول کرنا جائز نہیں۔

۳۔ لیکن مدّ سے لین کا قصر کم ہوگا اس لیے کہ مدّہ زمانی اور حرف لین قریب آتی ہے۔

توسط کی مقدار دو الف، اور ایک قول میں طول کی مقدار پانچ الف اور توسط کی مقدار تین الف ہے، اور قصر کی مقدار دونوں قول میں ایک ہی الف ہے۔

فائدہ: مد لازم کی چاروں قسموں میں طول علی التساوی ہوگا، اور بعض کے نزدیک مثقل میں زیادہ مد ہے اور بعض کے نزدیک مخفف^۱ میں زیادہ مد ہے۔ مگر جمہور کے نزدیک تساوی ہے۔
فائدہ: حرف موقوف مفتوح کے قبل جب حرف مدہ یا حرف لین ہو مثل: عَالَمِيْنَ، لَا ضَيْرَ تو تین وجہ وقف میں ہوگی: (۱) طول مع الاسکان (۲) توسط مع الاسکان (۳) قصر مع الاسکان۔ اور اگر حرف موقوف مکسور ہے تو وجہ عقلی چھ نکلتی ہیں۔

اس میں سے چار جائز ہیں: (۱) طول مع الاسکان (۲) توسط مع الاسکان (۳) قصر مع الاسکان (۴) قصر مع الروم۔ اور (۱) طول مع الروم (۲) توسط مع الروم۔ غیر جائز ہے اس لیے کہ مد کے واسطے بعد حرف مدہ کے سکون چاہیے اور روم کی حالت میں سکون نہیں ہوتا بلکہ حرف متحرک ہوتا ہے۔ اور اگر حرف موقوف مضموم ہے مثل: نَسْتَعِينُ کے تو ضربی عقلی وجہیں نو ہیں۔

سات وجہیں جائز ہیں: (۱) طول مع الاسکان (۲) توسط مع الاسکان (۳) قصر مع الاسکان (۴) طول مع الاشمام (۵) توسط مع الاشمام (۶) قصر مع الاشمام (۷) قصر مع الروم۔

اور دو غیر جائز ہیں: (۱) طول مع الروم (۲) توسط مع الروم، جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا۔

فائدہ: جب مد عارض یا مد لین کئی جگہ ہوں تو اُن میں تساوی اور توافق کا خیال رکھنا چاہیے یعنی ایک جگہ مد عارض میں طول کیا ہے تو دوسری جگہ بھی طول کیا جائے، اگر توسط کیا ہے تو دوسری جگہ بھی توسط کرنا چاہیے، اگر قصر کیا ہے تو دوسری جگہ بھی قصر کرنا چاہیے۔ ایسا ہی مد لین میں بھی جب کئی جگہ ہو تو توافق ہونا چاہیے۔ اور جیسا کہ طول توسط میں توافق ہونا چاہیے ایسا

۱۔ اس لیے کہ حرف مدہ کے بعد ساکن حرف کو معا متحرک نہیں پڑھنا ہوتا بخلاف مد لازم مثقل کے کہ حرف مدہ کے

بعد سکون پڑھ کر فوراً متحرک پڑھنا ہوتا ہے۔

ہی مقدارِ طولِ توسط میں بھی توافق ہونا چاہیے، مثلاً: اَعُوذُ اور بَسْمَلَه سے رَبِّ الْعَالَمِينَ تک فصلِ کل کی حالت میں ضربی و جہیمی اڑتالیس نکلتی ہیں۔ اس طرح پر کہ رَجِيم کے اوجہ ثلاثہ مع الاسکان اور قصر مع الروم کو رَجِيم کے مد و ثلاثہ اور قصر مع الروم میں ضرب دینے سے سولہ و جہیمی ہوتی ہیں اور ان سولہ کو اَلْعَالَمِينَ کے اوجہ ثلاثہ میں ضرب دینے سے اڑتالیس و جہیمی ہوتی ہیں۔

جن میں چار بالاتفاق جائز ہیں: رَجِيم، رَجِيم، اَلْعَالَمِينَ میں (المول مع الاسکان (۲) توسط مع الاسکان (۳) قصر مع الاسکان (۴) رَجِيم، رَجِيم میں قصر مع الروم اور اَلْعَالَمِينَ میں قصر مع الاسکان۔ بعض نے رَجِيم، رَجِيم کے قصر مع الروم کی حالت میں اَلْعَالَمِينَ میں طول، توسط کو جائز رکھا ہے۔ باقی بیالیس و جہیمی بالاتفاق غیر جائز ہیں۔ اور فصلِ اول، وصلِ ثانی کی صورت میں عقلی و جہیمی بارہ نکلتی ہیں۔ اس طرح پر کہ رَجِيم کے مد و ثلاثہ اور قصر مع الروم کو اَلْعَالَمِينَ کے اوجہ ثلاثہ میں ضرب دینے سے بارہ و جہیمی ہوتی ہیں۔

لسن و جہوں کو اس وجہ سے بیان فرمایا تاکہ کوئی شخص وجہ ثلاثہ کو مد عارض اور بدلین عارض میں یا کئی مد و عارض میں ضرب دیکر سب جہوں کو بلا مساوات نہ پڑھنے لگے یا پڑھنے میں ترجیح بلا مرجح نہ لازم آئے اس وجہ سے تمام وہ وجہ جو ضرب سے پیدا ہوتی ہیں ان کو بتانے کے خیال سے نکال کر جاری کراتے ہیں، چنانچہ بطریقِ تمثیل تین موقوف علیہ کے وجہ ضربی عقلی اڑتالیس بیان فرمائے ہیں، ان وجہ کے نکالنے کے وقت وجہ غیر صحیح اور عدم مساوات اور ترجیح کی طرف ہرگز ذہن کو متبادر نہ ہونا چاہیے ورنہ وجہ کچھ میں نہ آئیں گے کیونکہ عقلاً جس قدر و جہیں نکل سکتی ہیں ضرورتاً ان کا اس وقت اظہار ضروری ہے تاکہ ان میں سے وجہ صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز ہو جائے۔

لسن وجہ سے کہ تساوی اور توافقِ نوع واحد میں شرط ہے چاہے باعتبارِ محلِ مد کے ہو یا باعتبارِ کیفیتِ وقف کے ہو، چونکہ رَجِيم، رَجِيم، بحالتِ روم توافق نہ رہا اس وجہ سے باوجود عدم تساوی کے اَلْعَالَمِينَ میں توسط کو بعض نے جائز رکھا ہے۔

ان میں چار وجہیں بالاتفاق جائز ہیں: (۱) طول مع الطول مع الاسکان (۲) توسط مع التوسط مع الاسکان (۳) قصر مع القصر مع الاسکان (۴) قصر مع الروم مع القصر بالاسکان۔ اور دو وجہیں مختلف فیہ ہیں: (۱) قصر مع الروم مع التوسط بالاسکان اور (۲) قصر مع الروم مع الطول بالاسکان۔ باقی وجہیں بالاتفاق غیر جائز ہیں۔ اور وصل اول فصل ثانی میں بھی بارہ وجہیں عقلی نکلتی ہیں اور ان میں چار صحیح ہیں اور دو مختلف فیہ ہیں، اور اس صورت میں جو وجہیں نکلتی ہیں وہ بعینہ مثل فصل اول وصل ثانی کے ہیں اس وجہ سے نہیں بیان کی گئیں۔ اور وصل کل کی حالت میں الْعَالَمِينَ کے مد و تلاش ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ استعاذہ اور بسملہ میں پندرہ یا اکیس وجہیں صحیح ہیں۔

فائدہ: یہ وجہیں جو بیان کی گئی ہیں اس وقت ہیں کہ الْعَالَمِينَ پر وقف کیا جائے، اور اگر الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ پر یا يَوْمَ الدِّينِ یا نَسْتَعِينُ پر وقف کیا جائے گا یا کہیں وصل اور کہیں وقف کیا جائے گا تو بہت سی وجہیں ضربی نکلیں گی۔ اور ان میں وجہ صحیح نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس وجہ میں ضعیف کو قوی پر ترجیح ہو جائے یا مساوات نہ رہے یا اقوال مختلفہ میں خلط ہو جائے تب یہ وجہ غیر صحیح ہوگی۔

فائدہ: جب مد عارض اور تدلین عارض جمع ہوں تو اس وقت عقلی وجہیں کم از کم نو نکلتی ہیں، اب اگر مد عارض مقدم ہے لین پر مثلاً: مِنْ جُوعٍ، مِنْ خَوْفٍ تو چھ وجہیں جائز ہیں: (۱) طول مع الطول (۲) طول مع التوسط (۳) طول مع القصر (۴) توسط مع التوسط (۵) توسط مع القصر (۶) قصر مع القصر۔

۱۔ اس وجہ سے کہ عدم مساوات لازم آئے گا۔

۲۔ چار فصل کل میں، چار فصل اول وصل ثانی میں، چار وصل اول فصل ثانی میں، اور تین وصل کل کی صورت میں، اس طرح پندرہ وجہیں جائز ہیں۔

۳۔ یعنی پندرہ وجہ متفقہ اور چھ مختلفہ جو تین صورتوں میں دو دو بیان کی گئی ہیں۔

اور تین وجہیں غیر جائز^۱ ہیں: (۱) تَوَسَّطَ مَعَ الطَّوْلِ (۲) قَصَرَ مَعَ التَّوَسُّطِ (۳) قَصَرَ مَعَ الطَّوْلِ۔ اور جب مدّ لین مقدم ہو، مثل: لَا رَيْبَ فِيهِ هَدَىٰ لِّلْمُتَّقِينَ تو اس وقت بھی نو وجہیں نکلتی ہیں۔

اس میں سے چھ وجہیں جائز ہیں: (۱) قَصَرَ مَعَ الْقَصْرِ (۲) قَصَرَ مَعَ التَّوَسُّطِ (۳) قَصَرَ مَعَ الطَّوْلِ (۴) تَوَسَّطَ مَعَ الطَّوْلِ (۵) تَوَسَّطَ مَعَ التَّوَسُّطِ (۶) طَوَّلَ مَعَ الطَّوْلِ۔

تین غیر جائز ہیں: (۱) طَوَّلَ مَعَ التَّوَسُّطِ (۲) طَوَّلَ مَعَ الْقَصْرِ (۳) تَوَسَّطَ مَعَ الْقَصْرِ۔ اور یہ وجہیں غیر جائز اس وجہ سے ہیں کہ حروف مدہ میں مدّ اصل اور قوی ہے، اور حرف لین میں جو مدّ ہوتا ہے وہ تشبیہ کی وجہ سے ہوتا ہے، اس وجہ سے حرف لین میں مدّ ضعیف ہے اور ان صورتوں میں ترجیح ضعیف کی قوی پر ہوتی ہے اور یہ غیر جائز ہے۔ اور اگر موقوف علیہ میں بسبب اختلاف حرکات کے روم و اشام جائز ہو تو اس میں اور وجہیں زائد پیدا ہوں گی۔ اس میں بھی مساوات اور ترجیح کا خیال رکھنا چاہیے، مثل: مِنْ جُوعٍ، مِنْ خَوْفٍ^۱۔

فائدہ: مدّ متصل اور منفصل کی مقدار میں کئی قول ہیں: دو الف، ڈھائی الف، چار الف اور منفصل میں قصر بھی جائز ہے۔ ان اقوال میں جس پر جی چاہے عمل کیا جائے گا مگر اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ مدّ متصل جب کئی جگہ ہوں تو جس قول کو پہلی جگہ لیا ہے وہی دوسری تیسری جگہ رہے، مثلاً: وَالسَّمَاءَ، بِنَاءً میں اگر اقوال کو ضرب دیا جائے تو نو وجہیں ہوتی ہیں اور ان میں سے تین وجہ مساوات کی ہیں وہ صحیح ہیں باقی چھ وجہیں غیر صحیح ہیں۔ ایسا ہی جب

۱۔ اس لیے کہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔

۲۔ یعنی صلاحیت مدّ کی وجہ سے مدّ ہوتا ہے ورنہ اصلاً حرف لین حرف مدّ نہیں ہے، لیکن اگر حرف لین میں صفت لین نہ ادا کی جائے یا حرف لین کو سخت کر دیا جائے تو حرف بھی غلط ہوگا اور مدّ بھی نہ ہو سکے گا۔

۳۔ یہ مثالیں وقف بالزوم کی ہیں، اور وقف بالا شام کی مثال: إِنَّهُ عَلِيٌّ ذَلِكَ لَشَهِيدٌ ۝ وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ہے۔

مد منفصل کئی جمع ہوں تو اُن میں بھی اقوال کو خلط نہ کرے، مثلاً: لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ اس میں بھی یہ نہ ہونا چاہیے کہ پہلی جگہ ایک قول دوسری جگہ دوسرا قول لیا جائے بلکہ مساوات کا خیال رکھنا چاہیے۔^۱

فائدہ: جب مد منفصل اور متصل جمع ہوں اور منفصل مقدم ہو متصل پر، مش: هَوُلَاءِ کے تو جائز ہے منفصل میں قصر اور دو الف، اور متصل میں دو الف، ڈھائی الف، چار الف، اور جب منفصل میں ڈھائی الف مد کیا جائے تو متصل میں ڈھائی الف، چار الف مد جائز ہے اور دو الف غیر جائز ہے اس واسطے کہ متصل منفصل سے اقویٰ ہے اور ترجیح ضعیف کی قویٰ پر غیر جائز ہے۔ اور جب منفصل میں چار الف مد کیا تو متصل میں صرف چار الف مد ہوگا اور ڈھائی الف، دو الف اس صورت میں غیر جائز ہوگا، وجہ وہی رجحان^۲ کی ہے۔ اور جب مد متصل منفصل پر مقدم ہو، مثل: جَاءَ وَآبَاهُمْ تو اگر متصل میں چار الف مد کیا تو منفصل میں چار الف، ڈھائی الف، دو الف، اور قصر جائز ہے اور اگر ڈھائی الف مد کیا ہے تو منفصل میں ڈھائی الف، دو الف اور قصر جائز ہے اور چار الف غیر جائز ہے۔ ایسا ہی اگر متصل میں دو الف مد کیا ہے تو منفصل میں صرف دو الف اور قصر ہوگا اور ڈھائی الف، چار الف، مد نہ ہوگا۔^۳

۱۔ اسی طرح ان مدوں میں لغرض الاعلان بھی کہیں دو کہیں ڈھائی کہیں چار الف نہ پڑھنا چاہیے اس لیے کہ ان میں خلف واجب ہے جس کا حکم یہ ہے کہ جس سے جس طرح ثابت ہو اسی طرح پڑھنا چاہیے، بخلاف مدعارض کے کہ اس میں تمام قراء سے تینوں وجہیں طول، توسط، قصر ثابت ہے۔ ایسے اختلاف کو خلاف جائز کہتے ہیں۔ البتہ افہام اور تفہیم کے لیے جس طرح کتاب میں بیان کیا گیا اسی طرح لکھ کر مقدار ضربی سے وجہ صحیح اور غیر صحیح نکال کر سمجھ لیا جائے اور اگر متصل و منفصل ایک جگہ آئے اور ان میں مساوات نہ رہے تو کوئی حرج نہیں لیکن منفصل کو متصل پر ترجیح نہ دینا چاہیے اس لیے کہ متصل منفصل سے قویٰ ہے۔

۲۔ یعنی ترجیح لازم آئے گی۔

۳۔ تاکہ ترجیح لازم نہ آئے۔

فائدہ: جب متصل منفصل کئی جمع ہوں مثل: بِاسْمَاءِ هَؤُلَاءِ تو انہیں قواعد پر قیاس کر کے وجہ صحیح غیر صحیح نکال لی جائے۔

فائدہ: جب متصل کا ہمزه اخیر کلمہ میں واقع ہو اور اس پر وقف اسکان یا اشمام کے ساتھ کیا جائے مثل: يَشَاءُ، فُرُوْءٌ، نَسِيءٌ تو اس صورت میں طول بھی جائز ہے اور سکون کی وجہ سے قصر جائز نہ ہوگا، اس واسطے کہ اس صورت میں سبب اصلی کا إلغاء اور سبب عارضی کا اعتبار لازم آتا ہے اور یہ غیر جائز ہے۔ اور اگر وقف بالروم کیا ہے تو صرف تو سبب ہوگا۔^۱

فائدہ: خلاف جائز سے جو وجہیں نکلتی ہیں مثل: اَوْجِهٌ بِسْمَلْہِ وغیرہ کے ان میں سب وجہوں کا ہر جگہ پڑھنا معیوب ہے، اس قسم کی وجہوں میں ایک وجہ کا پڑھنا کافی ہے البتہ افادہ کے لحاظ سے سب وجہوں کا ایک جگہ جمع کر لینا معیوب نہیں۔

فائدہ: اس فصل میں جو غیر جائز اور غیر صحیح کہا گیا ہے مراد اس سے غیر اولیٰ ہے، قاری ماہر کے واسطے معیوب ہے۔

فائدہ: اختلاف مراتب میں خلط کرنا یعنی ایک لفظ کا اختلاف دوسرے پر موقوف ہو، مثلاً: فَتَلَقَىٰ اٰدَمُ مِنْ رَبِّہٖ کَلِمَاتٍ اس میں اَدَمٌ کو مرفوع پڑھیں تو کَلِمَاتٍ کو منصوب پڑھنا ضروری ہے، ایسا ہی بالعکس۔ ایسے اختلاف کے موقع پر خلط بالکل حرام ہے اور اگر ایک روایت کا التزام کر کے پڑھا اور اس میں دوسرے کو خلط کر دیا تو کذب فی الزواہد لازم آئے گا اور علیٰ حسب التلاوت خلط جائز ہے، مثلاً: حفص بن العسلیٰ کی روایت میں دو طریق مشہور

۱۔ روم اگرچہ از قسم وقف ہے لیکن حکم میں وصل کے ہے اس وجہ سے صرف یہ متصل کا تو سبب ہوگا۔

۲۔ یعنی جن مختلف فیہ وجہوں پر تمام قراء کا اتفاق ہو مثل کیفیت وقف، اسکان، اشمام، روم یا تہ عارض کے وجوہ تلاوت

وغیرہ اس میں کسی ایک وجہ کا پڑھنا کافی ہے۔

۳۔ لیکن بروایت حفص بن العسلیٰ یہ عکس جائز نہیں۔

ہیں، ایک امام شاطبی، دوم جزری رحمۃ اللہ علیہما تو ان میں خلط کرنا اس لحاظ سے کہ دونوں وجہ حفص رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہیں، کچھ حرج نہیں خصوصاً جب ایک وجہ عوام میں شائع ہوگئی اور دوسری وجہ مشہور ثابت عند القراء متروک ہوگئی ہو تو ایسی صورت میں لکھنا، پڑھنا پڑھانا نہایت ضروری ہے، متاخرین کے اقوال و آراء میں خلط کرنا چنداں مضائقہ نہیں۔

فصل رابع: وقف کے احکام میں

وقف کے معنی اخیر کلمہ غیر موصول پر سانس کا توڑنا۔ اب اگر وہاں پر کوئی آیت ہے یا کوئی وقف اوقاف معتبرہ سے ہے تو بعد کے کلمہ سے ابتداء کرے ورنہ جس کلمہ پر سانس توڑے اس کا اعادہ کرے، اور وسط کلمہ پر اور ایسا ہی جو کلمہ دوسرے کلمہ سے موصول ہو اس پر وقف جائز نہیں۔ ایسا ہی ابتدا اور اعادہ بھی جائز نہیں۔

اب معلوم ہونا چاہیے کہ جس کلمہ پر سانس توڑنا چاہتا ہے اگر وہ پہلے سے ساکن ہے تو محض وہاں پر سانس توڑ دیں گے، اور اگر وہ کلمہ اصل میں ساکن ہے مگر حرکت اس کو عارض ہوگئی ہے تب بھی وقف محض اسکان کے ساتھ ہوگا، مثل: عَلَيهِمُ الذَّلَّةُ، وَأَنْذِرِ النَّاسَ۔ اور اگر وہ حرف موقوف متحرک ہے تو اس کے اخیر میں (ت) بصورت (ہ) ہوگی یا نہیں ہوگی، اگر (ت) بصورت (ہ) ہے تو وقف میں اس (ت) کو (ہ) ساکنہ سے بدل دیں گے، مثل:

۱۔ جب کہ التزام طرق مقصود نہ ہو اور اگر التزام طریق ہو یعنی یہ خیال کر کے پڑھے کہ ہم فلاں طریق سے پڑھیں گے تو اس صورت میں خلط کرنا درست نہیں، مثلاً: بطریق شاطبی رحمۃ اللہ علیہ منفصل میں قصر نہیں ہے تو طریق شاطبی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنے والوں کے لیے قصر جائز نہیں کیونکہ کذب فی الطرق لازم آئے گا۔

۲۔ یعنی جو وجہ قراء سے ثابت ہو اور عوام نے پڑھنا پڑھانا ترک کر دیا ہو ایسی وجہوں کی بابت حکم بیان فرمایا ہے۔

۳۔ یعنی جب کہ التزام طرق مقصود نہ ہو تو اختلاط طرق اور خلط فی الاقوال جائز ہے، جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے۔

رَحْمَةً، نِعْمَةً اور اگر ایسا نہ ہو تو آخر حرف پُر اگر دو زبر ہیں تو تینوں کو الف سے بدل دیں گے، مثل: سَوَاءٌ ٓ، هُدًى ٓ اور اگر حرف موقوف پر ایک زبر ہے تو وقف صرف اسکان کے ساتھ ہوگا، مثل: يَعْلَمُونَ کے اور اگر اخیر حرف پر ایک پیش یا دو پیش ہوں، مثل: وَسَرَقٌ، يَفْعَلُ تو وقف اسکان اور اشمام اور روم تینوں سے جائز ہے۔ اشمام کے معنی ہیں حرف کو ساکن کر کے ہونٹوں کو ضمہ کی طرف اشارہ کرنا اور روم کے معنی ہیں حرکت کو خفی صوت سے ادا کرنا اور اگر اخیر حرف پر ایک زیر یا دو زیر ہوں، مثل: ذُو انْتِقَامٍ، وَلَا فِي السَّمَاءِ تو وقف میں اسکان اور روم دونوں جائز ہیں۔

فائدہ: روم اور اشمام اسی حرکت پر ہوگا جو کہ اصلی ہوگی، اور اگر حرکت عارضی ہوگی تو روم و اشمام جائز نہ ہوگا، مثل: أَنْذِرِ النَّاسَ، عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ۔

فائدہ: روم کی حالت میں تینوں حذف ہو جائے گی، جیسا کہ ہاءِ ضمیر کا صلہ وقف بالروم اور بالاسکان میں حذف ہوتا ہے، مثل: بہ، لہ کے۔

فائدہ: الظَّنُونَا اور الرَّسُولَا اور السَّبِيلَا جو سورہ احزاب میں ہے اور پہلا قَوَارِيرَا جو سورہ دہر میں ہے اور اَنَا جو ضمیر مرفوع منفصل ہے ایسے ہی لِكِنَّا جو سورہ کہف میں ہے، ان کے آخر کا الف وقف میں پڑھا جائے گا اور وصل میں نہیں پڑھا جائے گا اور سَلَا سَلَا جو سورہ دہر میں ہے جائز ہے وقف کی حالت میں اثبات الف اور حذف الف۔

فائدہ: آیات پر وقف کرنا زیادہ احب اور مستحسن ہے، اور اس کے بعد جہاں م لکھی ہو، اور اس کے بعد جہاں ط لکھی ہو، اور اس کے بعد جہاں ج لکھی ہو، اس کے بعد جہاں ز لکھی ہو۔ اولیٰ پر غیر اولیٰ کو ترجیح نہ دینا چاہیے، یعنی آیت کو چھوڑ کر غیر آیت پر وقف کرنا یا (م) کی

لہ اس لیے کہ سکون اصلی مانع روم و اشمام ہے، لفظ أَنْذِرِ میں (ر) کا زیر اور عَلَيْكُمْ کی میم کا پیش یہ حرکت عارضی اجتماع ساکنین کی وجہ سے ہے۔

جگہ وصل کر کے (ط) وغیرہ پر وقف کرنا، بلکہ ایسا انداز رکھے کہ جب سانس توڑے تو آیت پر یا (م، ط) پر بعض کے نزدیک جس آیت کو مابعد سے تعلق لفظی ہو تو وہاں پر وصل اولیٰ ہے فصل سے۔ اور وصل کی جگہ صرف وقف یا وقف کی جگہ صرف وصل کرنے سے معنی نہیں بدلتے، اور محققین کے نزدیک یہ نہ گناہ ہے نہ کفر ہے البتہ قواعد عربیہ کے خلاف ہے جن کا اتباع کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ ایہام معنی غیر مراد لازم نہ آئے۔ ایسا ہی اعادہ میں بھی لحاظ رکھنا چاہیے، بعض جگہ اعادہ نہایت قبیح ہوتا ہے جیسا کہ وقف کہیں حسن کہیں احسن کہیں قبیح کہیں اُفتح ہوتا ہے، ایسا ہی اعادہ بھی چار قسم کا ہوتا ہے۔ تو جہاں سے اعادہ حسن یا احسن ہو وہاں سے کرنا چاہیے ورنہ اعادہ قبیح سے ابتداء بہتر ہے، مثلاً: قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ سے اعادہ حسن ہے اور إِنَّ اللَّهَ سے قبیح ہے۔

فائدہ: تمام اوقاف پر سانس توڑنی باوجود دم ہونے کے کرنا چاہیے۔ قاری کی مثال مثل مسافر اور اوقاف کو مثل منازل کے لکھتے ہیں، تو جب ہر منزل پر بلا ضرورت ٹھہرنا فضول اور وقت کو ضائع کرنا ہے تو ایسا ہی ہر جگہ وقف کرنا فعلِ عبث ہے، جتنی دیر وقف کرے گا اتنی دیر میں ایک دو کلمہ ہو جائیں گے۔ البتہ لازم مطلقاً پر اور ایسے ہی جس آیت کو مابعد سے تعلق لفظی نہ ہو ایسی جگہ وقف کرنا ضروری اور مستحسن ہے۔ اور کلمہ کو محض ساکن کرنا یا اور جو احکام وقف کے ہیں ان کو کرنا بلا سانس توڑے، اس کو وقف نہیں کہتے یہ سخت غلطی ہے۔

فائدہ: کلمات میں تقطیع اور سکات نہ ہونا چاہیے خصوصاً سکون پر، البتہ جہاں روایتاً ثابت ہو

۱۔ یعنی جن قواعد کی پابندی عرفاً ضروری ہے کہ اگر اس کے خلاف کیا جائے تو غلط پڑھنے والا قابلِ ملامت ہے، یہاں پر اس سے مراد قواعد عربیہ ہیں۔

۲۔ یعنی وقف لازم ہو یا وقف مطلق ہو۔

۳۔ غلطی سے تقطیع وسط کلمہ میں ہوتی ہے اور سکتہ آخر کلمہ میں ہوتا ہے، باقی کیفیت ادا میں کچھ فرق نہیں، آواز دونوں میں بند ہو جاتی ہے اور سانس دونوں میں جاری رہتا ہے، صرف اطلاق اور محل کا فرق ہے۔

ہے وہاں سکتے کرنا چاہیے، اور یہ چار جگہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ آیات پر سکتہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور عوام میں جو مشہور ہے کہ سورہ فاتحہ میں سات جگہ سکتہ کرنا نہایت ضروری ہے، اگر سکتہ نہ کیا جائے تو شیطان کا نام ہو جائے گا، یہ سخت غلطی ہے۔ وہ سات جگہ یہ ہیں۔ ذَلِيلٌ، هِرَبٌ، كَيْوُ، كَنْعٌ، كَنْسٌ، تَعْلٌ، بَعْلٌ اگر ایسا ہی کسی کلمہ کا اول کسی کلمہ کا آخر ملا کر کلمات گڑھ لیے جائیں تو اور بھی بہت سے سکتے نکلیں گے، جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مقدمہ جزریہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”وَمَا اشْتَهَرَ عَلَى لِسَانِ بَعْضِ الْجَهْلَةِ مِنَ الْقُرْآنِ فِي سُورَةِ الْفَاتِحَةِ لِلشَّيْطَانِ كَذَا مِنَ الْأَسْمَاءِ فِي مِثْلِ هَذِهِ التَّرَاكِبِ مِنَ الْبِنَاءِ فَخَطَأً فَاحِشٌ وَإِطْلَاقٌ قَبِيحٌ ثُمَّ سَكَنَتْهُمْ عَلَى نَحْوِ ذَالِ الْحَمْدِ، وَكَافِ إِيَّاكَ، وَأَمْثَالِهَا غَلَطٌ صَرِيحٌ“.

فائدہ: کسبِین میں جو نون ساکن ہے یہ نونِ تین کا ہے اور مرسوم ہے۔ اس لفظ کے سوا مصحفِ عثمانی میں کہیں تین نہیں لکھی جاتی۔ اور قاعدے سے یہاں تین وقف کی حالت میں حذف ہونا چاہیے مگر چونکہ وقف تابع رسم خط کے ہوتا ہے اور یہاں تین مرسوم ہے، اس وجہ سے وقف میں ثابت رہے گی۔

فائدہ: آخر کلمہ کا حرف علت جب غیر مرسوم ہو تو وقف میں بھی محذوف ہوگا اور جو مرسوم ہوگا وہ وقف میں بھی ثابت ہوگا، ثابت فی الرسم کی مثال: وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ، تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ، لَا تَسْقَى الْحَرَّةَ اور محذوف فی الرسم کی مثال: فَارْهَبُونَ، وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ سُرَّةَ نِسَاءٍ مِّنْهُنَّ سُرَّةً يُولُونَ، مَتَابَ، عِقَابِ سُرَّةً رَعْدٍ مِّنْهُنَّ۔

لے ترجمہ: ”اور بعض جہلاء کی زبان پر جو مشہور ہے کہ قرآن میں سورہ فاتحہ کے اندر مثل ان تراکیب مذکورہ میں شیطان کے سات نام ہیں، پس یہ سخت غلطی اور اطلاقِ قبیح ہے پھر ان کا الْحَمْدُ کی دال اور إِيَّاكَ کے کاف پر اور اس کی امثال میں سکتہ کرنا کھلی غلطی ہے۔“

مگر سورہ نمل میں جو قَمَاتِنِ اللّٰہِ ہے اس کی (ی) باوجود یکہ غیر مرسوم ہے وقف میں اثبات اور حذف جائز ہے، اس واسطے کہ وصل میں حفص رَضِيَ عَلَيْهِ اس کو مفتوح پڑھتے ہیں، مثل: وَيَذُعُ الْإِنْسَانُ سُورَةُ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي، وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ سُورَةُ شُورَى فِي، يَذُعُ الدَّاعِ سُورَةُ قَمَرٍ فِي، سَنَدُعُ الزَّبَانِيَةَ سُورَةُ عَلَقٍ فِي، أَيُّهُ الْمُؤْمِنُونَ سُورَةُ نُورٍ فِي، أَيُّهُ السَّاجِرُ سُورَةُ زُخْرَفٍ فِي، أَيُّهُ الثَّقَلَانِ سُورَةُ رَحْمَنِ فِي۔ البتہ اگر تماشاً فی الرسم کی وجہ سے غیر مرسوم ہو تو اس قسم کا محذوف وقف میں ثابت ہوگا، اس کی مثال: يُسْحِي، وَيَسْتَحِي، وَإِنْ تَلَّوْا، لَتَسْتَوِا، جَاءَ، مَاءً، سَوَاءً، تَرَآءُ الْجَمْعَيْنِ۔

فائدہ: لَا تَأْمَنَّا عَلَى يُوسُفَ اصل میں لَا تَأْمَنَّا دو نون ہیں اور پہلا نون مضموم ہے دوسرا مفتوح اور لا نافیہ ہے۔ اس میں محض اظہار اور محض ادغام جائز نہیں، بلکہ ادغام کے ساتھ ایشام ضرور کرنا چاہیے اور اظہار کی حالت میں روم ضروری ہے۔

فائدہ: حروف مبداء اور موقوف کا خیال رکھنا چاہیے کہ کامل طور سے ادا ہوں خاص کر جب ہمزہ یا عین موقوف کسی حرف ساکن کے بعد ہو، مثل: شَيْئِي، سُوءِي، جُوعٌ اکثر خیال نہ کرنے سے ایسے موقع پر حرف بالکل ادا نہیں ہوتا یا ناقص ادا ہوتا ہے۔

فائدہ: نون خفیفہ قرآن شریف میں دو جگہ ہے ایک وَلَيَكُونَنَّ مِنَ الصَّاعِرِينَ سُورَةُ يُوسُفَ فِي، دوسرا لَنَسْفَعًا سُورَةُ عَلَقٍ فِي۔ یہ نون وقف میں الف سے بدل جائے گا اس وجہ سے کہ اس کی رسم الف کے ساتھ ہے۔

فصل اوّل

جاننا چاہیے کہ قاری مُقرّی کے واسطے چار علموں کا جاننا ضروری ہے۔

(۱) علم تجوید: یعنی حروف کے مخارج اور اُس کی صفات کا جاننا۔

(۲) علم اوقاف: یعنی اس بات کو جاننا کہ اس کلمہ پر کس طرح وقف کرنا چاہیے، اور کس طرح

نہ کرنا چاہیے، اور کہاں معنی کے اعتبار سے قبیح اور حسن ہے، اور کہاں لازم اور غیر لازم ہے۔

تجوید کے اکثر مسائل بیان ہو چکے ہیں اور اوقاف جو قبیلِ اداسے ہیں وہ بھی بیان کر دیے گئے

اور جو قبیلِ معانی سے ہیں مختصر طور سے ان کے رموز کا بھی جو دالِ علی المعانی ہیں، بیان کر دیا

اور بالتفصیل بیان کرنے سے کتاب طویل ہو جائے گی جبکہ مقصود اختصار ہے۔

(۳) رسم عثمانی: اس کا بھی جاننا نہایت ضروری ہے یعنی کس کلمہ کو کہاں پر کس طرح لکھنا

چاہیے کیونکہ کہیں تو رسم مطابق تلفظ کے ہے اور کہیں غیر مطابق۔ اب اگر ایسے موقع پر جہاں

مطابقت نہیں ہے وہاں لفظ کو مطابق رسم کے تلفظ کیا تو بڑی بھاری غلطی ہو جائے گی، مثلاً:

رَحْمٰنٌ بَغِيْرَ الْفِ كے لکھا جاتا ہے اور بِاَيِّدِ سُوْرَةِ ذٰرِيَاتِ مِيْنِ دُو (ي) سے لکھا جاتا ہے اور

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُحْشَرُوْنَ، لَا اَوْضَعُوْا، لَا اَذْبَحْنَهٗ، لَا اَنْتُمْ ان چار جگہوں میں لام تاکید کا

ہے اور لکھنے میں لام الف ہے، اب ان جگہوں میں مطابقتِ رسم سے لفظ مہمل اور مثبت منفی

ہو جاتا ہے اور یہ رسم توقیفی^۲ اور سماعی ہے اس کے خلاف لکھنا جائز نہیں، اس واسطے کہ جناب

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جس وقت قرآن شریف نازل ہوتا تھا اسی وقت لکھا جاتا تھا۔

۱۔ مشتمل بر مسائل جزئیہ متفرعہ علی مسائل الفتن۔

۲۔ یعنی جس طرح جو رسم ثابت ہوتی ہوئی ہم تک پہنچی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس متفرق طور سے لکھا ہوا تھا، اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اکٹھا ایک جگہ جمع کیا گیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نہایت ہی اہتمام اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعدد قرآن شریف لکھوا کر جا بجا بھیجے گئے۔ جمع اول اور جمع ثانی میں اتنا فرق ہے کہ پہلی دفعہ میں جمع غیر مرتب تھا اور جمع ثانی میں سورتوں کی ترتیب کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کام کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا کیونکہ یہ کاتب الوحی تھے اور عرضہ اخیرہ کے مشاہد اور اسی عرضہ کے موافق جناب حضرت رسول مقبول ﷺ کو قرآن سنایا تھا اور باوجود سارے کلام مجید مع سببہ احرف کے حافظ ہونے کے پھر بھی یہ احتیاط اور اہتمام تھا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم تھا کہ جو کچھ جسکے پاس قرآن شریف لکھا ہوا ہو وہ لا کر پیش کریں اور کم از کم دو دو گواہ بھی ساتھ رکھتا ہو کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ لکھا گیا ہے اور جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت رسول مقبول ﷺ کے سامنے لکھا تھا ویسا ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لکھوایا، بلکہ بعض ائمہ اہل رسم اس کے قائل ہیں کہ رسم عثمانی حضرت رسول اللہ ﷺ کے امر اور املاء سے ثابت ہوئی ہے۔ اس طرح پر یہ قرآن شریف باجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس رسم خاص پر غیر معزب غیر منقط لکھا گیا۔ اس کے بعد قرن ثانی میں آسانی کی غرض سے اعراب اور نقطے بھی حروف میں دیئے گئے۔ اب معلوم ہوا کہ یہ رسم توقیفی ہے ورنہ جس طرح ائمہ دین نے اعراب اور نقطے آسانی کے لیے دیئے ہیں ایسا ہی رسم غیر مطابق کو مطابق کر دیتے، اور یہ بات بعید از قیاس ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اور جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم اس غیر مطابق اور زوائد کو

۱۔ اس کے معنی دور کے ہیں یعنی حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ جو آخر مرتبہ قرآن پاک کا

دیکھتے اور پھر اس کی اصلاح نہ فرماتے، خاص کر قرآن شریف میں۔ اسی واسطے جمیع خلفاء اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم وغیرہم نے اس رسم کو تسلیم کیا ہے اور اس کے خلاف کو خلاف کی جگہ جائز نہیں رکھا۔ اور بعض اہل کشف نے اس رسم خاص میں بڑے بڑے اسرار بیان کیے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ رسم بہ منزلہ حروف مقطعات اور آیات تشابہات کے ہے: وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا.

(۴) علم قرأت: یہ وہ علم ہے جس سے اختلاف الفاظ وحی کے معلوم ہوتے ہیں۔ اور قرأت دو قسم پر ہے:

(۱) وہ قرأت ہے جس کا پڑھنا صحیح ہے اور اس کی قرآنیت کا اعتقاد کرنا ضروری اور لازمی ہے اور انکار و استہزاء گناہ اور کفر ہے۔ اور یہ وہ قرأت ہے جو قراء عشرہ سے بطریق تواتر اور شہرت ثابت ہوئی ہے۔

(۲) قرأت ان سے بطریق تواتر اور شہرت ثابت نہیں ہوئیں یا ان کے ماسوا سے مروی ہیں وہ سب شاذہ ہیں، اور شاذہ کا حکم یہ ہے کہ اس کا پڑھنا قرآنیت کے اعتقاد سے یا اس طرح کہ سامع کو قرآن شریف پڑھے جانے کا وہم ہو، حرام اور ناجائز ہے۔ آج کل یہ بلا بہت ہو رہی ہے کہ کوئی قرأت متواترہ پڑھے تو مسخر اپن کرتے ہیں اور ٹیڑھی بانگی قرأت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور بعض حفاظ قاری صاحب بننے کے لیے تفسیر وغیرہ دیکھ کر اختلاف قرأت سے پڑھنے لگتے ہیں اور یہ تمیز نہیں ہوتی کہ یہ کونسی قرأت ہے، آیا اس کا پڑھنا صحیح ہے یا نہیں، اور شاذہ ہے یا متواتر، دونوں حضرات کا حکم ماسبق سے معلوم ہو چکا کہ کس درجہ بُرا کرتے ہیں۔

فصلِ ثانی

قرآن شریف کو الحان اور انغام کے ساتھ پڑھنے میں اختلاف ہے۔ بعض حرام، بعض مکروہ، بعض مباح اور بعض مستحب کہتے ہیں۔

پھر اطلاق اور تقیید میں بھی اختلاف ہے مگر قولِ محقق اومعتبر یہ ہے کہ اگر قواعدِ موسیقیہ کے لحاظ سے قواعدِ تجوید کے بگڑ جائیں تب تو مکروہ یا حرام ہے ورنہ مباح ہے یا مستحب۔

اور مطلقاً تحسینِ صوت سے پڑھنا مع رعایتِ قواعدِ تجوید کے مستحب اور مستحسن ہے، جیسا کہ اہل عرب عموماً خوش آوازی اور بلا تکلف بلا رعایتِ قواعدِ موسیقیہ سے ذرہ بھر بھی واقف نہیں ہوتے اور نہایت ہی خوش آوازی سے پڑھتے ہیں، اور یہ خوش آوازی اُن کی طبعی اور جبلی ہے، اسی واسطے ہر ایک کا لہجہ الگ الگ اور ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے، ہر ایک اپنے لہجے کو ہر وقت پڑھ سکتا ہے، بخلاف انغام کے کہ ان کے اوقات مقرر ہیں کہ دوسرے وقت میں نہیں بنتے اور نہ اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہو گیا کہ نغم اور لہجے میں کیا فرق ہے؟ طرزِ طبعی کو لہجہ کہتے ہیں بخلاف نغم کے۔

اب یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ انغام کسے کہتے ہیں؟ وہ یہ ہے کہ تحسینِ صوت کے واسطے جو خاص قواعد مقرر کیے گئے ہیں ان کا لحاظ کر کے پڑھنا یعنی کہیں گھٹانا کہیں بڑھانا، کہیں جلدی کرنا کہیں نہ کرنا، کہیں آواز کو پست کرنا کہیں بلند کرنا، کسی کلمہ کو سختی سے ادا کرنا کسی کو نرمی سے، کہیں رونے کی سی آواز نکالنا، کہیں کچھ، کہیں کچھ، جو جانتا ہے وہ بیان کرے۔ البتہ جو بڑے بڑے اس فن کے ماہر ہیں اُن کے قول یہ سنے گئے ہیں کہ اس سے کوئی آواز خالی نہیں ہوتی۔ ضرور بالضرور کوئی نہ کوئی قاعدہ موسیقی کا پایا جائے گا۔ خصوصاً جب انسان ذوق و شوق میں کوئی چیز پڑھے گا باوجودیکہ وہ کچھ بھی اس فن سے واقف نہ ہو مگر کوئی نہ کوئی نغم سرزد

ہوگا، اسی واسطے بعض محتاط لوگوں نے اس طرح پڑھنا شروع کیا ہے کہ تحسینِ صوت کا ذرہ بھر بھی نام نہ آئے کیونکہ تحسینِ صوت کو لازم ہے نغم، اور اس سے احتیاطِ ضروری ہے، اور یہی بعض اہل احتیاط، اہل عرب کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ لوگ تو گا کے پڑھتے ہیں حالانکہ یہ تحسین کسی طرح ممنوع نہیں اور نہ اس سے مقرر ہے۔

خلاصہ اور ماہصل ہمارا یہ ہے کہ قرآن شریف کو تجوید سے پڑھے اور فی الجملہ خوش آوازی سے پڑھے اور قواعدِ موسیقیہ کا خیال نہ کرے کہ موافق ہے یا مخالف، اور صحتِ حروف اور معانی کا خیال کرے، اور معنی اگر نہ جانتا ہو تو اتنا ہی خیال کافی ہے کہ مالک الملک عزوجل کے کلام کو پڑھ رہا ہوں اور وہ سن رہا ہے اور پڑھنے کے آداب مشہور ہیں۔

تَمَّتْ بِالْحَمْدِ

لے قرآن مجید کا ادب و احترام بہت ضروری ہے۔ اس کی بابت چند مسائل اگلے صفحہ میں درج کرتے ہیں۔

احقر ابن ضیاء محبت الدین احمد عقی عن

قرآن مجید پڑھنے کے آداب

مسئلہ (۱): پڑھنے والے کو چاہیے کہ پاک و صاف ہو اور با وضو قبلہ رو ہو کر پاک جگہ بیٹھ کر پڑھے۔

مسئلہ (۲): بلا وضو قرآن مجید کو نہ چھونا چاہیے۔

مسئلہ (۳): قرآن مجید نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ (۴): قرآن مجید خوش آوازی سے پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ (۵): قرآن مجید کو اَعُوذُ بِاللّٰهِ اور بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر شروع کرنا چاہیے، لیکن سورہ توبہ کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ نہ پڑھنا چاہیے، چاہیے شروع قرأت ہو یا درمیان قرأت ہو اور اگر درمیان قرأت میں سورہ توبہ شروع کریں تو کسی قسم کا استعاذہ نہ کرنا چاہیے۔

مسئلہ (۶): قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے۔

مسئلہ (۷): قرآن مجید سننا تلاوت کرنے اور نقل پڑھنے سے افضل ہے۔

مسئلہ (۸): قرآن مجید بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے، جب کہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کو ایذا نہ پہنچے۔

مسئلہ (۹): قرآن مجید کے پڑھنے میں صحتِ الفاظ اور قواعدِ تجوید کا بہت لحاظ رکھنا چاہیے حتی الامکان اوقاف میں بھی غلطی نہ ہونا چاہیے۔

مسئلہ (۱۰): جو شخص غلط قرآن مجید پڑھتا ہو تو سننے والے پر واجب ہے کہ بتا دے بشرطیکہ بتانے کی وجہ سے کینہ و حسد پیدا نہ ہو۔

مسئلہ (۱۱): تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم کرنا خلافِ اولیٰ ہے۔

مسئلہ (۱۲): قرآن مجید جب ختم ہو تو تین بار سورہٴ اخلاص پڑھنا بہتر ہے۔

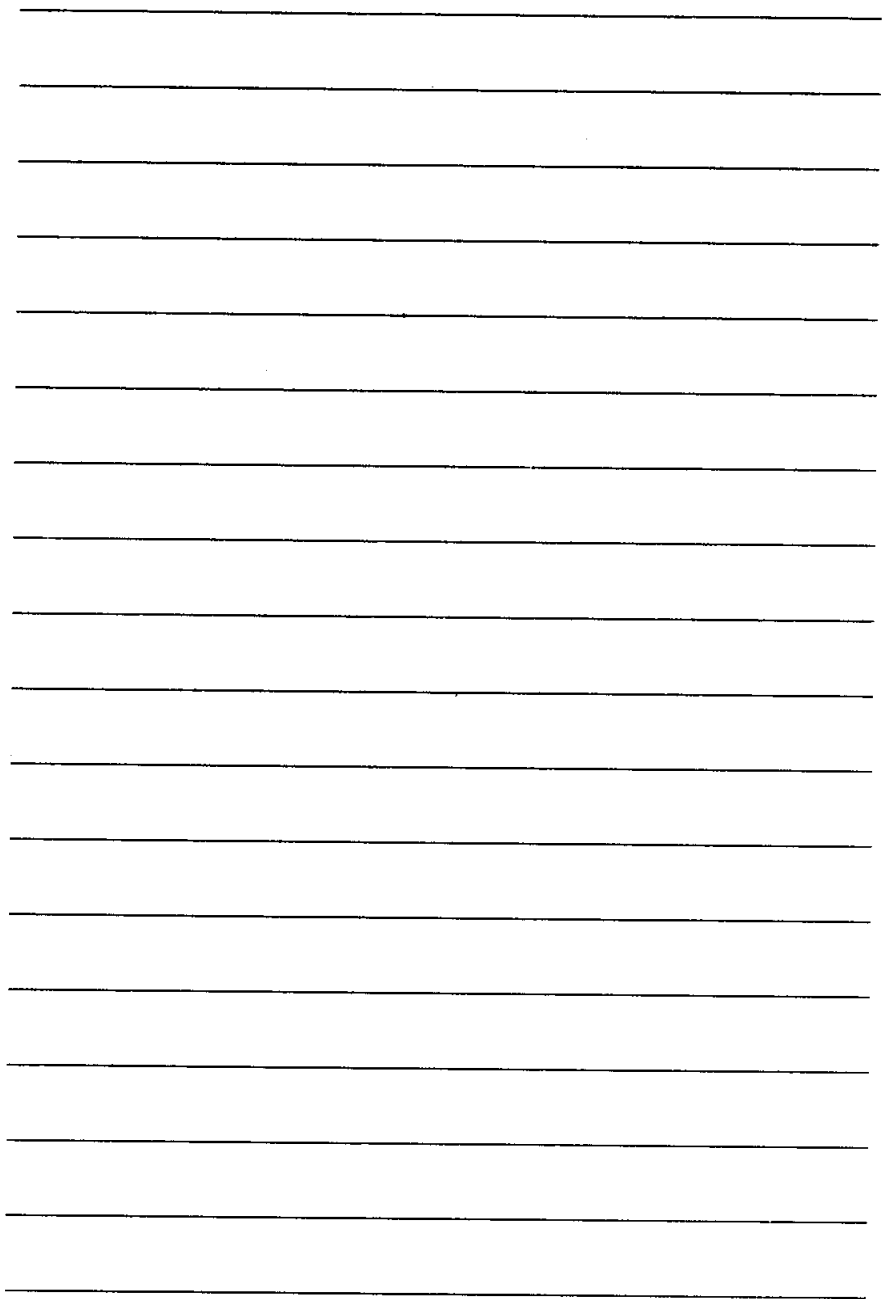
مسئلہ (۱۳): قرآن مجید ختم کر کے دوبارہ شروع کرتے ہوئے مُفْلِحُونَ تک پڑھنا افضل ہے۔

مسئلہ (۱۴): قرآن مجید ختم ہونے پر دعا مانگنا چاہیے کہ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

مسئلہ (۱۵): تلاوت کرتے وقت کوئی شخص معظّم دینی مثلاً: بادشاہ اسلام یا عالم دین یا پیر یا

استاذ یا والد آجائے تو تلاوت کرنے والا اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو سکتا ہے۔

مسئلہ (۱۶): غسل خانہ اور موضع نجاست میں قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں۔



من منشورات مكتبة البشري الكتب العربية

كتب تحت الطباعة

(سطلع قريباً بعون الله تعالى)

(ملونة، مجلدة)

| | |
|--------------------|----------------------|
| عوامل النحو | المقامات للحريزي |
| الموطأ للإمام مالك | الفسير للبيضاوي |
| قطبي | الموطأ للإمام محمد |
| ديوان الحماسة | المسند للإمام الأعظم |
| الجامع للترمذي | تلخيص المفاتيح |
| الهدية السعيدية | المعلقات السبع |
| شرح الجامي | ديوان المتنبي |
| | التوضيح والتلويع |

☆.....☆.....☆

Books In Other Languages

English Books

| |
|-------------------------------------|
| Tafsir-e-Uthmani (Vol. 1, 2, 3) |
| Lisaan-ul-Quran (Vol. 1, 2, 3) |
| Key Lisaan-ul-Quran (Vol. 1, 2, 3) |
| Al-Hizbul Azam (Large) (H. Binding) |
| Al-Hizbul Azam (Small) (Card Cover) |
| Secret of Salah |

Other Languages

| |
|--|
| Riyad Us Saliheen (Spanish) (H. Binding) |
| Fazail-e-Aamal (Germon) (H. Binding) |

To be published Shortly Insha Allah

Al-Hizbul Azam (French) (Coloured)

الكتب المطبوعة

(ملونة، مجلدة)

| | |
|---------------------------|------------------|
| الهداية (٨ مجلدات) | منتخب الحسامي |
| الصحيح لمسلم (٧ مجلدات) | نور الإيضاح |
| مشكاة المصابيح (٤ مجلدات) | أصول الشاشي |
| نور الأنوار (مجلدين) | نقحة العرب |
| تيسير مصطلح الحديث | شرح العقائد |
| كنز الدقائق (٣ مجلدات) | تعريب علم الصيغة |
| التبيان في علوم القرآن | مختصر القدوري |
| مختصر المعاني (مجلدين) | شرح تهذيب |
| تفسير الجلالين (٣ مجلدات) | |

(ملونة كرتون مقوي)

| | |
|--------------------------|--------------|
| متن العقيدة الطحاوية | زاد الطالبين |
| هداية النحو (مع الخلاصة) | المرفقات |
| هداية النحو (المتداول) | الكافية |
| شرح مائة عامل | شرح تهذيب |
| دروس البلاغة | السراجي |
| شرح عقود رسم المفتي | إيساغوجي |
| البلاغة الواضحة | الفوز الكبير |

مکتبۃ البشریٰ کی مطبوعات

اردو کتب

| | |
|-----------------------------------|---------------------------|
| مختب احادیث | فضائل اعمال |
| مفتاح لسان القرآن (اول، دوم، سوم) | اکرام مسلم |
| تذکرہ صحابہ کرام | تذکرہ صحابہ کرام |
| تعلیم العقائد | حصن حصین |
| فضائل حج | آسان اصول فقہ |
| معلم الحجاج | عربی کا معلم (سوم، چہارم) |

مطبوعہ کتب

(تین جلد)

| | |
|----------------------|--------------------------------|
| تعلیم الاسلام (مکمل) | لسان القرآن (اول، دوم، سوم) |
| بہشتی زیور (۳ حصے) | خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی |
| تفسیر عثمانی (۲ جلد) | الحزب الاعظم (ماہانہ ترتیب پر) |
| | خطبات الاحکام لجمعہات العام |

تین کارڈ کور

| | |
|---------------|-------------------------------------|
| تیسیر الملتقط | الحزب الاعظم (جیبی) ماہانہ ترتیب پر |
| علم الخو | الحجابۃ (پچھنا گانا) جدید ایڈیشن |
| جمال القرآن | علم الصرف (اولین و آخرین) |
| سیر الصحابیات | عربی صفوۃ المصادر |
| تسہیل المبتدی | عربی کا آسان قاعدہ |
| فوائد مکبہ | فارسی کا آسان قاعدہ |
| بہشتی گوہر | عربی کا معلم (اول، دوم) |
| تاریخ اسلام | خیر الاصول فی حدیث الرسول |
| زاد السعید | روضۃ الادب |
| تعلیم الدین | آداب المعاشرت |
| جزاء الاعمال | حیاء المسلمین |
| جوامع الکلم | تعلیم الاسلام (مکمل) |